موم کی محبت

راحت وفا

قسط نمبر 12

عجب ہیں راستے میرے کہ چلنا بھی نہیں ممکن
ذرا ٹھوکر جو لگ جائے سنبھلنا بھی نہیں ممکن
تعلق ٹوٹ جانے سے امیدیں ٹوٹ جاتی ہیں
دلوں میں حسرتیں لے کر بہلنا بھی نہیں ممکن

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

عارض آغاجی کو سمجھانے کی حتی الامکان کوشش کرتا ہے مگر وہ عارض کی کوئی بات سنے بغیر اس سے ناراض ہوکر پاکستان آجاتے ہیں۔ عارض دکھ کی کیفیت میں خود کو تنہا محسوس کرنے لگتا ہے اسے اس بات کا افسوس ہے کہ آغاجی اس سے پہلی بار ناراض ہوکر پاکستان چلے گئے، مگر وہ فی الحال پاکستان جا کر انہیں منانے سے قاصر تھا۔ زیبا صفدر کو اپنی محبت سے آگاہ کرنا چاہتی ہے مگر صفدر کی تلخی اسے کچھ بھی کہنے سے باز رکھتی ہے۔ ننھی بھی زیبا کو مسلسل سمجھاتی ہے کہ وہ صفدر کو تھوڑا وقت دے تاکہ عبدالصمد کو تسلیم کرے۔ مگر صفدر اسے ماضی کے عشق کے طعنے دے کر اسے اپنے گھر سے چلے جانے کو کہتا ہے۔ عارض کئی بار آغاجی سے رابطہ کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر وہ اس کا فون ریسیو نہیں کرتے۔ سنجنا عارض کے گھر کے بعد اس کے آفس بھی پہنچ جاتی ہے اور اسے اپنی باتوں سے پریشان کرتی ہے۔ عارض سنجنا کی آفس آمد پر بھونچکارہ جاتا ہے اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ اس لڑکی کے ساتھ کیا سلوک کرے جبکہ وہ اب اس کے سامنے اپنی محبت کا دم بھرتی ہے۔ زینت آپا نے آفس میں سالانہ بونس کی تقسیم کے بعد لنچ کا اہتمام کیا تھا لیکن اچانک ان کی طبیعت خراب ہوجاتی ہے تو شرمین انہیں اپنے روم میں لے آتی ہے۔ ساتھ ہی ڈاکٹر کو بلا کر بوبی کو بھی اطلاع دیتی ہے۔ ڈاکٹر چیک اپ کے بعد ایک دو ٹیسٹ لکھ کر آرام کا مشورہ دیتا ہے۔ صفدر کو اپنے ہیڈ آفس کی طرف سے پروموشن لیٹر ملتا ہے تو وہ یہ خوشی سب سے پہلے اپنے بچپن کے دوست عارض سے شیئر کرنا چاہتا تھا مگر کچھ سوچ کر ارادہ ملتوی کردیتا ہے۔ گھر آ کر صفدر جہاں آرا بیگم کو اپنی ترقی کا بتانے کے ساتھ آفس کی طرف سے ملنے والی کوٹھی میں شفٹ ہونے کا کہتا ہے تو وہ انکار کردیتی ہیں مگر صفدر ضد پر آجاتا ہے۔ صفدر کی بات پر جہاں آرا کو صدمہ پہنچتا ہے وہ یہ گھر چھوڑنے پر بالکل بھی آمادہ نہیں ہوتیں اس گھر میں وہ بیاہ کر آئی تھیں اور اب وہ چاہتی ہیں کہ ان کا پوتا عبدالصمد اپنے دادا کے گھر میں ہی پروان چڑھے۔ ننھی اور زیبا بھی صفدر کو سمجھانے کی کوشش کرتی ہیں۔ مگر وہ اپنی ضد پر اڑا رہتا ہے۔ زینت آپا بہت سوچنے کے بعد شرمین سے بوبی کے حوالے سے بات کرتی ہیں اور ماں ہونے کے ناطے شرمین کے آگے بوبی کا پروپوزل رکھ دیتی ہیں۔ شرمین کو اندازہ تھا کہ زینت آپا اسی حوالے سے بات کریں گی۔ شرمین بوبی سے اس حوالے سے بات کرتی ہے کہ جب تک میں اپنے دل میں تمہارے لیے محبت کے جذبات محسوس نہیں کروں گی جب تک تم اپنی بچکانہ محبت سے مجھے عاجز نہیں کروگے لیکن بوبی کے لیے یہ خوشی ہی کم نہیں کہ شرمین اس سے شادی کے لیے تیار ہے جبکہ شرمین نے بوبی کے بچکانہ فیصلے کو اب قسمت کا فیصلہ سمجھ لیا تھا۔

(آب آگے پڑھیں)

❁......❁❁......❁

بزنس کمیونٹی ڈنر تھا۔ اس کے مطلب کا نہ کچھ کھانے کو تھا اور نہ ہی ماحول دل پسند تھا۔ شہر کی بزنس کلاس مدعو تھی۔ انڈین، پاکستانی بزنس مین کثیر تعداد میں موجود تھے۔ گفتگو اور باہمی دلچسپی کے بہت سے بہانے تھے مگر اس کا قطعاً موڈ نہیں تھا وہ تو صرف منیجر صاحب کے اصرار پر اور بابا کی ناراضگی کے ڈر سے آ گیا تھا ورنہ ایسے ماحول سے اسے نفرت تھی۔ اس نے فروٹ سلاد کے دو تین چمچ لے کر پلیٹ رکھی ہی تھی کہ معید صاحب نے کان کے قریب آ کر سرگوشی کی۔

''سر، لابی میں مس سنجنا آپ کا ویٹ کررہی ہیں۔''

''وہاٹ......'' وہ آواز دبا کر چیخا۔

''میں نے بہت کوشش کی مگر وہ بضد ہیں کہ آپ کے ساتھ سال گرہ سلیبریٹ کرنی ہے۔''

''اوہ ایڈیٹ...... چلتا کرواسے۔''

''مشکل ہے، یہاں آ کر کوئی تماشا نہ بنادیں، بہت سے لوگ ہماری زبان سمجھتے ہیں آپ باہر چل کر سمجھادیں۔''

معید صاحب کا مشورہ مناسب لگا، وہ بڑے سلیقے سے باہر نکلا اور دائیں ہاتھ مڑ کر لابی میں آ گیا وہ وہاں آخری کونے پر کھڑی تھی اسے دیکھ کر مسکرائی اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے وہیں رہنے کا اشارہ کیا معید صاحب بھی پیچھے ہی رک گئے۔

''کیا پرابلم ہے، کیوں آئی ہو؟''

''کیونکہ آپ یہاں ہیں۔''

''شٹ اپ۔''

''کب تک شٹ اپ کہہ کر اپنا دل جلاؤ گے۔''

''مس! پلیز میرا پیچھا چھوڑ دو۔'' اس نے غصہ ضبط کیا۔

''سوچوں گی فی الحال تو ہم نے کیک کاٹنا ہے میرا جنم دن ہے۔'' وہ بولی۔

''تو کاٹو اپنے گھر جا کر اپنی فیملی کے ساتھ۔''

''اگر کوئی نہ ہو تو۔'' وہ اداس ہوگئی۔

''کیوں، کہاں ہے تمہاری بہن اور بہنوئی۔''

''وہ، ہاں وہ بھی مجھ سے ناخوش رہتے ہیں۔''

''یہ تمہاری پرابلم ہے اوکے ناؤ یو کین گو۔'' وہ یہ کہہ کر مڑنے لگا تو وہ آبدیدہ سی ہوکر سامنے آ گئی۔

''مسلمان کا یہ دھرم نہیں ہوتا کہ وہ کسی کا دل دکھائے۔''

''اے محترمہ یہ دین دھرم کی باتیں بند کرو اپنے دھرم کے لوگوں پر وقت لگاؤ شاید کچھ فائدہ ہو، بلاوجہ میرے گلے نہ پڑو۔'' وہ جس حد تک بدتمیز ہوسکتا تھا اتنا ہوگیا۔ اس نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھا اور کیک کا ڈبہ اٹھا کر ڈسٹ بن میں ڈال دیا۔

''اوہ...... یہ کیا، کیا؟ تمہیں یہ دھرم نے نہیں سکھایا کہ رزق کی بے حرمتی نہیں کرتے۔'' اسے شدید غصہ آ گیا یہ کہہ کر قدم اٹھائے تو وہ چلائی۔

''ہنہ بڑے آئے اسلام کی بات کرنے والے ارے مسٹر تم دو نمبر مسلمان ہو۔'' عارض کے تن بدن میں شعلے بھڑک اٹھے۔ ہاتھ لہرایا اور سنجنا کے رخسار پر نشان چھوڑ گیا وہ ہکا بکا رہ گئی۔

''تمہاری اتنی جرأت مجھے دو نمبر مسلمان کہو۔''

''تو ثبوت دو نا۔'' وہ رقت بھری آواز میں بولی۔

''میں تم سے کوئی تعلق واسطہ نہیں رکھنا چاہتا آئندہ میرے مذہب پر اس طرح بات نہیں کرنا۔''

''ایسا چاہتے ہو تو اپنے رویے سے ثابت کرو۔''

''مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ کہہ کر واپس چل دیا۔ جبکہ پشت سے اس کی بڑبڑاہٹ سنائی دے رہی ہے۔

''کاش تم دیکھ سکتے میں کس محبت سے آئی تھی۔'' عارض نے غصے سے سر جھٹکا اور نظر انداز کر گیا' اس کی سمجھ سے باہر تھا کہ یہ لڑکی سچ مچ کیوں اس کے قریب آنا چاہ رہی ہے۔ اس کے عزائم کیا ہیں؟ وہ بے زار سا واپس ہال میں پہنچا۔ جہاں بزنس چیمبر کے پریذیڈنٹ اسپیچ آف تھینکس کر رہے تھے۔ اس نے ذہنی بے زاری کے ساتھ کچھ سنی اور کچھ نہیں سنی۔ بس معید صاحب کو چلنے کا اشارہ کیا۔

❁......✿✿......❁

پلازہ ہوٹل سے کافی آگے نکلنے کے بعد بے دھیانی میں منہ سے نکلا۔

''اس احمق لڑکی کو کس نے بتایا تھا کہ میں ہوٹل آیا ہوں۔''

''یہی تو حیرت کی بات ہے اس لڑکی کو آپ منع کر دیں یہی مناسب ہوگا۔'' معید صاحب نے کہا۔

''آپ کا مطلب ہے کہ میں نے اس لڑکی کو یہاں آنے کو کہا تھا۔''

''سر...... بات یہ ہے کہ اسے اپنے سے دور کریں' وہ آخر کیوں آپ کے پیچھے پڑی ہے؟'' معید صاحب نے کہا۔

''میں شرمندگی محسوس کر رہا ہوں۔''

''کس بات کی؟''

''میں بہت سختی سے پیش آیا کیک ڈسٹ بن میں پھینک دیا اس نے۔''

''چھوڑیں سر۔''

''آخر اسے پتا کیسے چلا کہ میں پلازہ ہوٹل میں ہوں۔'' اس کا ذہن الجھا ہوا تھا۔

''اسی لیے تو آغا صاحب بہت فکر مند ہیں کچھ نہ کچھ ہے۔''

''خیر...... بے وقوف سی لڑکی ہے اور مجھے سائیکو لگتی ہے یا پھر اس کے گھریلو حالات۔'' اس نے کچھ ہمدردانہ انداز میں کہا تو معید صاحب نے فوراً کافی سخت الفاظ استعمال کیے۔

''سر...... پلیز آپ مجھے تو ملازمت سے فارغ کر دیں۔''

''کیا مطلب؟'' وہ چونکا۔

''سر...... آپ کے دل اس غیر مسلم لڑکی کے لیے ہمدردی محسوس کر رہا ہے۔'' معید صاحب نے گاڑی کی رفتاری کافی کم کر دی تھی۔

''ایسا کچھ نہیں ہے میں تو اس کے حالات پر غور کر رہا تھا۔''

''مت کیجیے اور آپ پاکستان جانے کا فوری فیصلہ کیجیے۔''

''منیجر صاحب! آپ اس قدر خوف زدہ ہیں ایک لڑکی سے۔''

''حالات و واقعات ایسا سوچنے پر مجبور کر رہے ہیں۔''

''مت گھبرائیں۔ آج کے بعد وہ یقیناً نہیں آئے گی۔''

''آئے بھی تو آپ نے ہرگز نہیں ملنا۔''

''اچھا...... بابا کو کچھ نہ بتانا۔''

''جی ٹھیک ہے لیکن پلیز سر۔''

''اوکے...... میں کون سا اسے ملنا چاہتا ہوں۔'' وہ تھکا ہوا سر سیٹ کی پشت سے ٹکا کر بولا۔ مگر ضمیر میں خلش تھی کسک تھی اپنے سخت رویے کا پچھتاوا تھا۔ کچھ بھی تھا ایسا سلوک نہیں کرنا چاہیے تھا۔ وہ کیا سوچ کر آئی ہوگی؟ نہیں عارض تمہیں ایسی بداخلاقی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔

''سر پلیز۔'' اپارٹمنٹ کی بیسمنٹ میں گاڑی کھڑی تھی معید صاحب نے بتایا تو وہ جلدی سے گاڑی سے باہر نکلا۔

''سوری۔''

''سر میں جاؤں۔''

''شیور، گاڑی لے جاؤ۔'' اس نے کہا تو معید صاحب نے پوچھا۔

''کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟''

''نہیں، صبح جلدی آیئے گا اور میں نے جلد واپس جانا ہے۔ انتظامات کیجیے۔'' اس نے چند لمحے سوچ کر اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ معید صاحب کے چہرے پر اطمینان کی لہر پیدا ہوئی۔ وہ آگے بڑھ گیا اور معید صاحب گاڑی نکال لے گئے۔

''ان کے ذمے یہ ہی مشن تھا کہ وہ یہاں سے جائیں مگر خدشہ تھا کہ سنجنا اتنی آسانی سے پیچھا نہیں چھوڑنے والی۔ وہ ضرور آئے گی رابطہ کرے گی کیونکہ یا تو وہ محبت کرنے لگی ہے یا پھر اس کا منصوبہ کچھ اور ہے۔'' وہ گاڑی چلاتے ہوئے مسلسل سنجنا کے متعلق ہی سوچتے رہے۔

❁......✿✿......❁

اس کا خیال سچ تھا۔ وہ وہاں آئی تھی اس سے پہلے کیسے کس طرح؟ دروازے پر دو چٹس چسپاں تھیں۔ اس نے دونوں اتار کر دروازہ کھولا اور پھر اندر سے لاک کرنے ہی والا تھا کہ ڈور بیل بجی۔ اس نے سوچا کہیں منیجر صاحب کسی کام سے نہ آئے ہوں جلدی سے دروازہ کھول دیا مگر خلاف توقع وہ کھڑی تھی وہ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ وہ اندر گھس آئی۔

''مس سنجنا سوری مگر آپ نے مجبور کر دیا میرا جواب اب بھی وہی ہے۔''

''کچھ کھانے کو ہے تمنا تھی کہ مل کر کیک کھائیں گے۔'' وہ نارمل سے انداز میں کہتی ہوئی اور اندر آ گئی۔

''کچھ خاص نہیں ہوگا۔ کیوں کہ میں اکیلا ہوتا ہوں۔'' وہ انکار نہ کر سکا کچن میں گیا۔ بسکٹ، فروٹ سلاد اور ایک پیسٹری نظر آئی۔ تینوں چیزیں ٹرے میں رکھ کر جوس پیک کھول کر گلاس میں ڈالا باہر آتے ہوئے خیال آیا کہ معید صاحب نے منع کیا تھا پھر وہ اس کی خاطر مدارت میں کیوں لگ گیا؟ اسے گھر میں گھسنے بھی کیوں دیا۔ وہ سوچتا ہوا کچھ ناگوار سا منہ بنا کر آیا تو وہ بولی۔

''اگر کچھ کھلانے کو دل نہیں چاہ رہا تو بتا دو۔''

''دیکھو جو بھی میں نے آج کیا اس کے لیے معذرت لیکن اس سے زیادہ آپ سے میل جول نہیں رکھ سکتا۔ آئندہ رابطہ نہ کرنا۔'' اس نے ٹرے سینٹر ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا۔ لہجے میں بدتہذیبی نہیں تھی صاف ستھرا سیدھا سا جواب تھا۔

''ہنہ...... یمی، آئی لو اٹ۔'' وہ اس کی بات یکسر نظر انداز کر کے تیزی سے فروٹ سلاد کھاتے ہوئے بولی۔ اسے تعجب سا ہوا حیرت سے اس کو دیکھا تو سچ مچ پراسراری لگنے لگی یا تو بہت چالاک یا پھر بہت معصوم بے ضرر۔

''کیا سوچنے لگے؟'' وہ بولی۔

''آپ ذرا جلدی جایئے مجھے ضروری ٹیلی فون کال کرنی ہے۔''
''تو کرلیں...... میں کوئی غیر تو نہیں۔''
''جی......'' اسے شاک لگا۔
''مطلب، میں کچھ اور سوچ رہی تھی۔'' وہ بوکھلائی۔
''کیا؟''
''آپ پاکستان میں کہاں رہتے ہیں؟ فیملی میں کون اور کتنے لوگ ہیں۔'' اس نے پیسٹری کا بائٹ لیتے ہوئے کہا۔
''آپ پرسنل نہ ہوں اور اب اٹھیے جایئے۔'' اسے ایک دم ہی کوفت سی ہوئی۔
''ویسے مجھے سب پتا ہے۔''
''کیا پتا ہے؟''
''اینی وے آپ چاہتے ہو میں جاؤں۔''
''آف کورس۔''
''اوکے! اس کا مطلب رات سرد ہوا کے ساتھ باہر گزارنی پڑے گی۔'' اس نے ہینڈ بیگ کندھے پر ڈالا اور کچھ اداس لہجے میں کہا۔
''باہر کیوں؟''
''میرے جیجو کو مجھ سے بیر جو ہے۔''
''یہ آپ کا پرسنل میٹر ہے۔'' اس نے کھرے انداز میں کہا اور اجنبی بن گیا۔
''اوکے اب میں چلتی ہوں۔'' وہ مایوس ہوکر آگے بڑھی دروازے تک پہنچی اور پھر پلٹ کر دیکھا۔
''دروازہ اس طرح کھلتا ہے۔'' دروازہ کھولتے ہوئے اس نے کافی بدتمیزی کا مظاہرہ کیا۔ وہ چند لمحے دیکھنے کے بعد دکھی سی مسکرائی اور باہر نکل گئی۔ دروازہ کھلنے پر سرد ہوا اندر آئی۔ اسے خیال آیا مگر پھر سر جھٹک کر دروازہ لاک کیا اور پلٹا تو ٹشو ریک پر دو چٹیں رکھی تھیں اس نے جلدی سے اٹھائیں اور دونوں کو پڑھنے کے بعد چلا اٹھا۔
''او شٹ، صبیح احمد، میں تو کب سے تمہارا منتظر تھا۔ کاش، کاش ہماری ملاقات ہوجاتی۔'' دکھ اور افسوس سے وہ چٹس کو گھورنے لگا۔ گھنٹے کے وقفے سے صبیح احمد آئے اور پھر فلائٹ ٹائم کی وجہ سے چلے گئے۔ تاسف سے وہ خود کو ہی ملامت کرنے لگا۔ کوئی رابطہ نمبر کوئی اتا پتا کچھ نہیں تھا یقیناً وہ اپنے معائنے کے لیے آئے ہوں گے اس نے سوچا۔
''صبیح احمد آپ نہیں جانتے میرا آپ سے ملنا کتنا ضروری ہے؟ آپ کے لیے شرمین کے لیے میں نے اپنی محبت کا خون کیا ہے مجھے آپ کی گواہی درکار ہے تاکہ میں سرخرو ہوسکوں ضمیر کی عدالت میں بابا شرمین اور صفدر کے سامنے۔''

❁......✿✿......❁

رات آخری پہر اس کی آنکھ لگی تھی کہ صبح موبائل فون چیخنے لگا۔ اس نے بمشکل تمام آنکھیں کھولیں فون اسکرین پر معید صاحب کا نمبر تھا فون اٹینڈ کیا۔
''سر پلیز اوپن دا ڈور۔'' منیجر صاحب نے بڑی تیزی سے کہا۔
''اوکے...... ویٹ۔'' اس نے کہا اور کمبل سے باہر نکلا حیرت سی ہو رہی تھی کہ وہ اس وقت کیوں آئے ہیں؟ جونہی دروازہ کھولا تو وہ اندر آگئے۔

''گڈ مارننگ۔''
''گڈ مارننگ خیریت تو ہے۔'' اس نے جواب میں کہا تو انہوں نے ہاتھ میں پکڑے نیوز پیپرز اس کی طرف بڑھائے۔
''نیوز پیپرز۔'' اس نے کہا۔
''سر، سنجنا راٹھور کی شدید زخمی حالت میں تصویر چھپی ہے اور ساتھ میں اس کے شوہر اشوک ورما کی فوٹو ہے اشوک ورما کو پولیس نے بیوی پر شدید تشدد کے جرم میں گرفتار کرلیا ہے۔'' معید صاحب اخبار کھول کر تصویروں پر تبصرہ کرتے بول رہی تھے اور وہ قوت گویائی سے محروم سا ہوگیا۔ اخبار سچ کہہ رہے تھے۔
''سر، خدارا آپ سے کوئی پوچھے تو بالکل لاتعلقی کا اظہار کیجیے گا اور میں آج ہی آپ کی سیٹ اوکے کراتا ہوں۔'' معید صاحب نے کہا۔
''مگر اس نے جھوٹ کیوں بولا؟''
''چھوڑیں اس بحث کو رات دیر سے گھر پہنچی تو نشے میں دھت شوہر نے بری طرح مارا پیٹا۔''
''معید صاحب، وہ تو خود کو ان میریڈ کہتی رہی۔'' وہ شدید حیرت میں تھا۔
''جھوٹ بولا...... جانے کیا مقاصد تھے؟''
''لیکن ہم اس کے لیے کیا کرسکتے ہیں؟''
''کچھ نہیں، جو کرنا ہے یہاں کی پولیس کرے گی آپ کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔''
''اور اگر سنجنا نے میرا نام لے دیا تو۔''
''تو آپ انکاری ہوجائیں گے۔''
''سنجنا کو جھوٹ بولنے کی ضرورت کیا تھی؟''
''سر کوئی اور گھٹیا منصوبہ بندی بھی ہوسکتی ہے آپ پلیز اپنے آپ کو بچائیں بلاوجہ پوچھ گچھ میں آجائیں گے۔''
''بہت عجیب سا لگ رہا ہے۔'' وہ اخبار پر نظریں جمائے صوفے پر بیٹھ گیا۔
''اسی لیے آغا صاحب فکر مند تھے۔''
''خیر...... میرا اس سے کوئی لینا دینا نہیں۔''
''بہرکیف آپ محتاط اور لاتعلق رہیں میں چلتا ہوں۔''
''اوکے...... میری سیٹ کنفرم کرادیں۔''
''کوشش کرتا ہوں۔'' معید صاحب یہ کہتے ہوئے چلے گئے۔ اس نے اٹھ کر دروازہ لاک کیا اور پھر اخبار لے کر اپنے کمرے میں آگیا۔ ذہن ماؤف سا تھا دوبارہ بستر میں گھس گیا۔ ایک سرد سی لہر ریڑھ کی ہڈی سے نکل کر اسے کپکپا گئی کمبل سر تک کھینچ لیا۔
''میرے خدا مجھے کسی مشکل میں نہ ڈالنا، میرا اس لڑکی سے کوئی لینا دینا نہیں۔ تو' تو جانتا ہے میں نے تو اس کے جھوٹ کو سچ مانا اور نہ اس سے کوئی غرض رکھنی چاہی۔ کیا منصوبہ تھا اس کا میں نے تو یہ بھی نہیں جاننا چاہا پھر سنجنا نے مجھے بےوقوف بنانے کی کوشش کیوں کی اس کا ارادہ کیا تھا آخر میرا انتخاب ہی کیوں کیا؟ بابا کو پتا چلا تو کس قدر ناراض ہوں گے۔ وہ تو پہلے ہی بہت فکرمند تھے ان کا کہا سچ ثابت ہوگیا۔'' زندگی نے کیسا رخ اختیار کیا تھا بات سے بات نکلی اور کہاں سے کہاں پہنچ گئی نہ صبیح احمد ملتے نہ اسے شرمین کے لیے ایسا فیصلہ کرنا پڑتا۔ نہ یہاں رکنا پڑتا۔''

"جھوٹ...... جھوٹ ہے یہ عارض تم نے تو صبیح احمد کے ملنے سے پہلے ہی شرمین کو چھوٹی سی بات پر بڑی سی سزا دے دی تھی۔ شاید شرمین کو دکھ دے کر تم ساری عمر خوش نہ رہ سکو۔" اس نے ہلچل مچاتی سوچ کو ذہن سے نکالنے کے لیے کروٹیں بدلیں مگر بے سود۔

"مجھے شرمین نے جانے کتنی بددعائیں دی ہوں۔" اس کے لبوں سے یہ جملہ نکلا تو بے کل سا ہو گیا۔

"اوہ...... صبیح احمد تم مجھ سے ملے بغیر کیوں چلے گئے؟" آخری تان صبیح احمد پر ہی ٹوٹی وہ خود کو کوسنے لگا۔

❁......❁❁......❁

اس کا موڈ سخت آف تھا۔ نہ ناشتا کیا نہ ڈھنگ سے بات کی دفتر سے بھی لیٹ آیا۔ بس اپنا سامان الٹ پلٹ کرتا رہا ڈھیر کتابیں، فائلیں میز پر جمع ہو گئیں تھیں۔ جہاں آرا جانتی تھیں کہ وہ ہر صورت گھر سے جا کر رہے گا۔ مگر ان کا ارادہ اپنے لیے بھی مستحکم تھا کہ وہ تنہا اسی گھر میں رہیں گی۔ اب ایک بار بھی مخالفت کا اظہار نہیں کریں گی۔ جانے سے نہیں روکیں گی۔ بلکہ اسے بیوی بچے کے ساتھ جا کر رہنے کی اجازت دیں گی۔ مگر اس کی طرف سے بالکل الٹ ثابت ہوا۔ واضح الفاظ میں زیبا کے ساتھ جا کر رہنے کے لیے انکار کر دیا تھا۔

"مجھے کسی کو ساتھ نہیں لے جانا۔" جوتوں کے تسمے باندھتے ہوئے بولا۔

"کسی سے کیا مطلب؟" جہاں آرا چڑ گئیں۔

"اگر آپ میرے ساتھ جانے کو تیار نہیں تو میں تنہا جاؤں گا۔" وہ کچھ سنبھل کر بولا۔

"تو نہ جاؤ میرے ساتھ رہو۔"

"امی اچھی تبدیلی قبول کرنی چاہیے نئی گاڑی ہمارے گھر میں نہیں آسکتی پرانی عارض کی ہے اب مسلسل پرابلم کرتی ہے اور میرے آفس کی ضرورت ہے کہ میں پوش ایریے میں رہوں۔" وہ بولا۔

"پھر پرانی ماں بھی بدل لو۔" وہ برا مان گئیں۔

"ماں...... ماں ہوتی ہے۔" اس نے محبت سے کہا۔

"ہنہ...... نہ ماں سے محبت رہی نہ بیوی کا خیال اور نہ اپنے بچے کا احساس۔"

"آپ ہیں نہ ان کا خیال مجھ سے زیادہ رکھنے والیں۔"

"میں تو رکھوں گی۔" انہوں نے بیڈ پر کھیلتے عبدالصمد کو پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہی تو مجبوری ہے۔" وہ بڑبڑایا۔

"کیا کہا؟"

"کچھ نہیں۔"

"زیبا تیار ہو جائے تو ساتھ لے کر جانا۔" انہوں نے تحکم سے کہا۔

"میں لیٹ ہو رہا ہوں۔"

"تو ہوتے رہو، زیبا کو اس کی امی کے پاس چھوڑتے ہوئے جانا۔" وہ یہ کہہ کر عبدالصمد کو اٹھا کر کمرے سے چلی گئیں۔ وہ تلملا کر صوفے پر گر گیا آنکھیں موند لیں۔

کمرے میں آہٹ ہوئی تو دیکھا وہ الماری سے کپڑے نکال کر واش روم میں گھس گئی۔

"کیا مصیبت ہے اب یہ تیار ہو گی اور میں بیٹھا دیکھتا رہوں گا۔" وہ غصے میں بڑبڑایا۔ مگر خلاف توقع زیبا بڑی تیزی سے شاور لے کر چینج کر کے باہر آ گئی گیلے بالوں کو تولیے سے خشک کرنے کے بعد لپ اسٹک لگائی کاجل کی

عید کے رنگ

ماہِ رمضان المبارک کا چاند نظر آتے ہی رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ ہم پر سایہ فگن ہو جاتا ہے۔ اس بابرکت مہینے کی آمد کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رجب و شعبان سے دعا مانگتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے کہ "اگر میری اُمت کو پتا چل جائے کہ رمضان کیا چیز ہے تو وہ ہمیشہ یہ تمنا کرے کہ سارا سال رمضان ہی ہو۔" سحر و افطار کی لذتیں، تسبیح و تہلیل، تراویح و اعتکاف کی برکتیں، شب قدر کی رفعتیں اور نزول قرآن کی رحمتیں غرض نور و پاکیزگی کا یہ سماں صرف اسی ماہ سے عبارت ہے۔ رب تعالیٰ کی ان بیش بہا نعمتوں پر صائم النہار و قیام اللیل کرنے کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا بھی خیال رکھیے گا جس کا ایک بہترین مصرف زکوٰۃ بھی ہے۔

ماہِ صیام کی ان برکتوں سے فیض اٹھاتے ہوئے عید کی تیاریاں بھی زور و شور سے جاری رہتی ہیں۔ عید الفطر دراصل ماہِ صیام کے روزوں سے حاصل ہونے والی فضیلتوں پر شکر خداوندی کا خاص دن ہے جب ہلال عید خوشیوں کی کرنیں بکھیرتا ہر نگاہ کا محور بن جاتا ہے۔ ہر طرف مبارک سلامت کی صدائیں گونجتی ہیں۔ چوڑیوں کی کھنک اور حنا کی مہک چاند رات کے فسوں خیز حسن کو مزید کیف عطا کر دیتی ہے۔

خوشی کے ان لمحات میں آنچل نے اپنے قارئین کے لیے خصوصی سروے کا اہتمام کیا ہے ان سوالات کے مختصر و دلچسپ جوابات جلد از جلد ارسال کر دیں تاکہ آنچل کے سنگ رمضان و عید کی خوشیوں میں آپ کو بھی شامل کیا جا سکے۔

❖ سحر و افطار کی ذمہ داری عموماً خواتین پر عائد ہوتی ہے آپ پر کون سی ذمہ داری ہے سحری بنانے کی یا افطاری تیار کرنے کی اور آپ یہ اہتمام کیسے کرتی ہیں؟

❖ رمضان المبارک کے پُرکیف لمحات میں آپ گھر کے معاملات و دیگر عبادات میں توازن کیسے رکھتی ہیں؟

❖ رمضان المبارک کی ایسی کوئی خاص عبادت جسے آپ اپنا معمول بناتی ہیں قارئین کو بھی بتانا چاہیں؟

❖ عیدی لینے کا اپنا ہی مزہ ہے آپ کن کن لوگوں سے عیدی وصول کرنا اپنا حق سمجھتی ہیں؟

❖ چاند رات کے موقع پر گھر کے امور اور اپنی تیاریاں کیسے نمٹاتی ہیں؟

❖ عید کے دن کو خوش آمدید کیسے کہتی ہیں؟

❖ بچپن میں ملنے والے عید کارڈ سنبھال کر رکھے ہیں یا ردی کی نذر کر دیئے؟

❖ بچپن کی عید اور موجودہ عید میں آپ کو کیا فرق محسوس ہوتا ہے؟ نیز آپ کی پسند کون سی عید ہے؟

نوٹ:۔

جوابات ارسال کرنے کی آخری تاریخ ۱۰ جولائی ۲۰۱۵ء ہے اور آپ اپنے جوابات ای میل بھی کر سکتی ہیں۔ info@aanchal.com.pk پر

سلائی آنکھوں میں پھیری، فالسہ کلر کے کرتا شلوار پر سفید کڑھائی تھی۔ اسی مناسبت سے سفید موتی والے آویزے کانوں میں پہن کر گیلے بال برش کرنے لگی وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اسے مسلسل دیکھ رہا تھا۔ وہ سچ مچ نکھری نکھری سی بہت حسین لگ رہی تھی اور اس کے دل میں یک دم سے ہلچل سی مچ گئی تھی۔ اس نے گیلے لمبے بال سلجھا کر پشت پر چھوڑ دیے اور پلٹی تو اس کی نگاہوں کی چوری پکڑی گئی۔ وہ لجا سی گئی۔ جبکہ وہ دوبارہ اپنی سرد مہری کی طرف لوٹ گیا۔

''اب اور کتنی دیر بناؤ سنگھار ہوگا۔''

''اسے بناؤ سنگھار کہتے ہیں کیا؟'' اس نے سینڈل پیروں میں پہنتے ہوئے کہا۔

''اور کرلو۔'' وہ جل کر بولا۔

''کاش......کوئی سراہنے والا ہوتا تو......'' وہ بات مکمل کرتے کرتے رک گئی۔

''تو اسے ہی بلا لو جس کو کبھی سج بن کر لبھاتی رہی ہو۔'' وہ کڑے طنز سے باز نہ آیا۔

''ایسا کچھ نہیں تھا۔'' وہ جل کر بولی۔

''تو کیسا تھا۔ سج بن کر ملتی ہوگی تب ہی تو وہ حد سے گزر گیا۔'' وہ طنزیہ مسکرا کر بولا۔

''صفدر پلیز بس کریں۔'' اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

''کیوں؟''

''آپ جائیں مجھے نہیں جانا۔'' وہ رودی۔

''یہی تو تمہارا منصوبہ ہے کہ کہیں نہیں جانا۔''

''میرا مطلب یہ ہے کہ آپ کے ساتھ نہیں جانا۔''

''ٹھیک ہے پھر یہ تو یاد ہی ہوگا کہ سامان سمیت جانا ہے۔'' اس نے پھر اوچھا وار کیا۔

''ہاں بس ایک بات یاد رکھیے گا۔'' وہ ہکلائی لہجے میں آنسو تھے۔

''کیسی بات؟'' وہ روبرو کھڑا ہوا۔

''کچھ ہو جائے مجھے یا عبدالصمد کو لوٹ کر کبھی نہیں آنا۔'' اس نے دل مضبوط کر کے وہ بات کہہ دی جس کو کہنے کے لیے شاید اس کا دل نہیں چاہتا تھا۔ یہ جملہ کہہ کر کٹے ہوئے درخت کی مانند صوفے پر گر گئی۔

''جاؤ گی تو ایسا کرو گی۔'' وہ یہ تیر چلا کر اپنا لیپ ٹاپ اٹھا کر چلتا بنا اور وہ اس سفاکی و بے حسی پر دھاڑیں مار مار کر رو دی۔ اپنا آپ جیسے اختیار سے باہر ہو گیا تھا۔

''اتنے کٹھور اور ظالم ہو تم، یہ جانتی تھی میں، پر یقین نہیں تھا۔ مجھ سے میرا گھر چھین کر تم بھی خوش نہیں رہ پاؤ گے۔ میں، میں مرتی مر جاؤں پر اب نہیں آؤں گی...... سن لو تم ترسو گے تڑپو گے مگر میں نہیں آؤں گی۔ عبدالصمد کی جھلک بھی نہیں دکھلاؤں گی۔'' وہ بولتے بولتے پھر سسکیوں کے ساتھ رونے لگی سارا کاجل آنکھوں سے نکل کر رخساروں پر پھیل گیا تھا۔

❁......✿✿......❁

ننھی کی غیر متوقع آمد پر جہاں آرا کچھ متعجب ہوئیں۔ انہیں گمان بھی نہیں تھا کہ ننھی کو زیبا نے فون کر کے بلایا ہے کیا کرلے جائے۔ سامان زیادہ ہے، بچہ ہے تنہا نہیں آسکتی سو ننھی آفس سے چھٹی لے کر اسے لینے آگئی۔ جہاں آرا نے ننھی سے وجہ جان کر ندامت سے زیبا کو مخاطب کیا۔

''صفدر نے انکار کیا تھا تو مجھے کہا ہوتا، تم ہماری ذمہ داری ہو۔'' انہیں زیبا کا فون کرنا اچھا نہیں لگا تھا۔

''خالہ جان! کیسی ذمہ داری، صفدر بھائی نے کبھی زیبا کو اپنی ذمہ داری سمجھا ہے کیا؟'' ننھی نے زیبا کی جگہ کہا۔

"چھوڑیں امی، اب تو نبھی آ گئی ہے۔" زیبا نے سوٹ کیس میں کپڑے رکھتے ہوئے بات کاٹی۔

"اتنا سامان؟" جہاں آرا کی نظر سوٹ کیس اور عبدالصمد کے بیگ تک جا کر پلٹی۔

"جی ضروری سب سامان رکھا ہے۔" زیبا نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

"مگر دو تین روز کے لیے اتنا سامان؟"

"وہ......وہ امی میں زیادہ دنوں کے لیے جا رہی ہوں۔"

"نہیں بھئی دو تین روز زیادہ سے زیادہ ہفتہ رہنا، ہمارا عبدالصمد کے بنا جی نہیں لگتا۔" جہاں آرا نے کہا۔

"تو خالہ جان اب عادت بدل لیں۔" نبھی نے ٹکڑا لگایا۔

"کیا مطلب؟" وہ بولیں۔

"کچھ نہیں امی اس کا مطلب ہے چند دن کی تو بات ہے۔" زیبا نے ٹالا۔

"زیبا تم سچ کیوں نہیں بتاتیں؟" نبھی نے کافی سنجیدگی سے کہا۔

"کیسا سچ؟"

"نبھی تم پلیز چپ رہو۔"

"زیبا اب وقت آ گیا ہے خالہ جان کو پتا ہونا چاہیے کہ انہیں عادت بدلنی ہے۔" نبھی نے پھر کہا تو جہاں آرا پھٹ پڑیں۔

"ارے بھئی صاف صاف کیوں نہیں بتاتی ہو؟"

"خالہ جان صاف بات یہ ہے کہ صفدر بھائی چاہتے ہی نہیں کہ زیبا یہاں رہے۔" نبھی نے آخر کو دل کی بات کہہ دی۔

"نبھی! دراصل وہ نئے گھر شفٹ ہونے کا کہہ رہے ہیں۔" زیبا نے جہاں آرا کے چہرے پر پھیلتے تشویش کے سائے دیکھ کر بات کو پھر سے بدلا۔

"وہ لاکھ کہتا رہے میں تو یہیں رہوں گی اور باقی رہ گئے اس کی بیوی بچے تو یہ بے شک اس کے ساتھ جا کر رہیں۔"

"امی......میں تو آپ کے ساتھ رہوں گی۔" زیبا نے ان کی تسلی کی خاطر کہا۔

"تو پھر دل میں وہم نہ لاؤ دو چار دن رہ آؤ بس۔" جہاں آرا نے کہا۔ دراصل وہ چاہتی ہی نہیں تھیں کہ وہ اس سے زیادہ دیر دور رہے۔

"جی بہتر......" زیبا نے مردہ دلی سے کہا۔

"میں ظہر کی نماز پڑھ لوں، اب تم لوگ کھانا کھا کر جانا۔"

"جی اچھا، میں چپاتی پکاتی ہوں۔" اس نے جواب دیا وہ جونہی باہر گئیں تو نبھی نے غصے سے کہا۔

"آخر کب تک تم صفدر بھائی کی سفاکی چھپاؤ گی کیوں نہیں بتایا انہیں؟"

"ذرا غور کرو، قابل رحم حالت ہے ان کی کیسے سچ بول دوں؟"

"بس پھر بے عزت ہوتی رہو۔"

"چلو جا کر کہہ دوں گی پھر صفدر خود اپنی امی کی صحت کے ذمہ دار ہوں گے۔" زیبا نے دھیرے سے کہا۔

"بس میری تو عقل جواب دے گئی ہے۔"

"فی الحال تم عبدالصمد کا خیال رکھو میں کھانا لگوا کر آتی ہوں۔" زیبا نے کہا۔

"اور پھر اسی وقت میں وہ ہٹلر صاحب آ جائیں گے۔"

"نہیں وہ لیٹ آتے ہیں ہم پہلے چلے جائیں گے۔"

"دل تو چاہتا ہے کہ کھری کھری سنا کر جاؤں۔"

"چھوڑو، جس گاؤں نہیں جانا وہاں کے کیا کوس گنا؟" زیبا اپنی نرم خو طبیعت کے ہاتھوں مجبور تھی۔ یا صلح پسندی کے تقاضے نبھا رہی تھی۔

"اب جلدی کرو۔" نبھی نے کہا تو وہ باہر چلی گئی۔

❀......❀❀......❀

عموماً وہ دوپہر کے کھانے کے لیے گھر نہیں آتی تھی۔ مگر آج بوبی کے اصرار پر اسے آنا پڑا کیونکہ وعدے کے مطابق وہ اب تک زینت آپا کو او کے کا سگنل نہیں دے پائی تھی۔ بوبی نے بڑی مشکل سے اتنا وقت گزارا تھا۔ گھر پہنچے تو زینت آپا ظہر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھیں۔ کھانا تیار تھا۔ بوبی کو بھوک بھی بہت لگی تھی۔ کچن میں بھولی کھیرا چھیل رہی تھی سرمہ آنکھوں میں ٹھنسیں مار رہا تھا بالوں میں تیل تھا کپڑے بھی میلے تھے اسے ایک دم ہی غصہ آ گیا۔

"یہ سلاد خود کھانا خبردار جو میز پر رکھی۔"

"کیا ہوا چھوٹے صاحب۔" وہ بھولپن سے بولی۔

"بہت ڈھیٹ ہو کتنی بار منع کیا ہے کہ ایسا حلیہ نہ بنایا کرو۔" وہ چلایا شرمین اس کی آواز سن کر کچن میں آ گئی۔

"کیا ہوا تم کچن میں کیوں آ گئے؟"

"شرمین، اس لڑکی کو یا انسان بناؤ یا نکالو یہاں سے۔" وہ کہتا ہوا باہر نکل گیا۔ شرمین کو حیرت تھی کہ وہ تو بہت خوش گوار موڈ میں آیا تھا۔

"بھولی، کون سی زبان سمجھتی ہو؟"

"میں روز کام کر کے کپڑے بدلتی ہوں۔" وہ منمنائی۔

"ٹھیک ہے لیکن کام کرتے ہوئے بھی تو کپڑے، ہاتھ سب صاف ستھرے ہونے چاہیے۔" شرمین نے کہا۔

"آپ لوگ شام میں آتے ہو تو۔"

"اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم گندی بن کر رہو کتنی گندی بو ہے تیل کی کتنی مرتبہ منع کیا ہے، یہ بابا، حمیدہ اور خانساماں کہاں ہیں؟" اس نے خالی کچن دیکھ کر پوچھا۔

"ماما جی بازار گئے ہیں حمیدہ خالہ نہیں آئیں۔" اس نے رونی صورت بنا کر کہا۔

"اوہ......کھانا تو تیار لگ رہا ہے۔"

"جی۔"

"چلو پھر لگواؤ۔"

"نہیں، چھوٹے صاحب ڈانٹیں گے۔"

"چلو جاؤ جا کر حلیہ تبدیل کرو، میں خود دیکھتی ہوں۔" شرمین نے اسے بھیج دیا خود کھانا نکالنا ہی چاہ رہی تھی کہ خانساماں نے آ کر اس کی مشکل آسان کر دی۔

"بی بی آپ میز پر چلیں میں لاتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے، پلیز سلاد اور بنا دیں بوبی صاحب یہ نہیں کھائیں گے۔" وہ کہتی ہوئی باہر آ گئی تو بابر ٹی وی لاؤنج

میں بوبی منہ پھلائے ریموٹ سے ٹی وی کے چینلز بدل رہا تھا۔

''کیا ہوا؟'' اس نے سرسری سے انداز میں پوچھا تو وہ پھٹ پڑا۔

''اگر فرصت مل گئی ہو تو ماما کو بتادو۔''

''بتادوں گی، ابھی جلدی کیا ہے؟'' اس نے چھیڑا۔

''تمہیں جلدی نہیں۔'' وہ حیرت سے بولا۔

''بوبی، ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے۔''

''ہوتا ہوگا، پر یہ کام سب سے ضروری ہے۔''

''بوبی اپنا مزاج بدلو پلیز۔'' شرمین یہ کہتی ہوئی زینت آپا کے پاس جانا چاہتی تھی کہ وہ سامنے ڈٹ کر کھڑا ہو گیا۔

''شرمین تم انڈر اسٹینڈ ہی نہیں کرتیں کہ میرے لیے نہ صرف تم خاص ہو تم سے جڑی یہ خوشی بھی میرے لیے بہت خاص ہے چلو میرے ساتھ ابھی ماما کو کہو۔'' وہ ایک دم ہاتھ پکڑ کر اسے کھینچتا ہوا لے گیا۔

شرمین کو اس کی بے تابی پر ہلکی سی مسرت ہوئی مگر زینت آپا اسے دیکھ کر استفہامیہ نظروں سے پوچھ رہی تھیں کہ کیا بات ہے؟

''آپ کی نگاہوں کا سوال یہی ہے کہ میں کیا کہنے آئی ہوں؟''

''شرمین! تمہارے اتنے احسانات ہیں کہ میں تو کچھ پوچھنے اور کہنے کی گنجائش ہی نہیں سمجھتی۔'' شرمین نے ان کو مسکراتی نظروں سے دیکھا اور کہا۔

''آج جو بات کہنے آئی ہوں اس کو احسان نہیں سمجھیے گا میرا احساس تشکر جان کر قبول کر لیجیے گا۔''

''شرمین بوبی کے حوالے سے کسی بھی فیصلے کے زیر بار نہ ہونا۔''

''ایسا کچھ نہیں ہے میری ذات بوبی کے جذبوں کے سامنے چھوٹی پڑ گئی ہے اس کے لیے مثبت سوچنا میرا اپنا فیصلہ ہے آپ کی وجہ سے نہیں۔''

''مطلب......؟'' زینت آپا نے کہا۔

''زینت آپا بوبی کی بات میں نے مان لی ہے۔'' اس نے مختصراً کہا اور نظریں جھکا لیں۔

''ادھر میری طرف دیکھو؟'' انہوں نے اس کا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے کہا تو اس کی آنکھوں میں اترا ساون شور مچاتا باہر آ گیا۔ وہ پریشان ہو گئیں۔

''شرمین! بوبی کو مت دیکھو تم آزاد ہو، کوئی رشتہ پرانا ہے تو اس کو نظر انداز مت کرو۔''

''چھوڑیں پرانے رشتوں کو وہ حنوط شدہ ہیں۔'' اس نے دل کڑا کر کے توانا لہجے میں کہا۔

''پھر تم خوش کیوں نہیں ہو؟''

''زینت آپا! میں ناخوش نہیں ہوں۔''

''ناخوش اور خوش میں فرق ہوتا ہے۔''

''خوشی کیا ہوتی ہے؟'' اس نے الٹا سوال داغا۔

''تمہارے لہجے میں کھنک ہوتی تمہارے رخسار گلابی پڑ جاتے، خوشی ملنے کا احساس تمہیں کھلا دیتا۔'' زینت آپا کی تجربہ کار نگاہوں کو جانچنے کا قرینہ تھا۔

''زینت آپا! یہ خوشی بھی کتنی عجیب شے ہے ملتی ہے تو آنسوؤں کے ساتھ نہ ملے تو قہقہوں کا انتظار اس کا

فریب کھاؤ تو نادان، اس کو دھوکہ دو تو بدنام، نادان کو اپنا ضمیر مارتا ہے اور بدنام کو زمانہ سنسار کرتا ہے کیا بہتر نہیں کہ انسان غم کی پائیدار رفاقت قبول کر لے یقیناً یہی بہتر فیصلہ ہے۔'' شرمین نے دھیرے دھیرے بات مکمل کی زینت آپا بے کل سی ہو کر بولیں۔

''نہیں، یہ بہتر فیصلہ نہیں کیونکہ اسے مجبوری کہتے ہیں تم مجبور نہیں ہو۔''

''اور مجبوری کسے کہتے ہیں کہ کوئی راستہ نہیں۔'' وہ کرب سے مسکرائی۔

''شرمین! میں خود غرض بن کر قطعاً یہ نہیں کہوں گی کہ تم بوبی یا میری وجہ سے قربانی دو اگر تمہیں لگتا ہے کہ عارض یا صبیح احمد میں سے کوئی لوٹ سکتا ہے تو راستہ کھلا رکھو۔'' زینت نے بڑی اپنائیت سے کہا۔

''ہنہہ، عارض یا صبیح احمد جنہوں نے محبت کے نام پر میری زندگی مذاق بنادی۔ وہ کس منہ سے اور کیونکر لوٹ سکتے ہیں؟'' اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

''صبیح احمد کو چھوڑو عارض سے تو رابطہ بحال ہو سکتا ہے۔ اس کی غلط فہمی دور ہو سکتی ہے۔''

''زینت آپا عارض کی غلط فہمی اب کوئی دور نہیں کر سکتا۔''

''پھر بھی شرمین۔''

''آپا کیا آپ کو میرا فیصلہ پسند و قبول نہیں۔'' اس نے ان کی بات کاٹ کر کہا۔

''ارے نہیں میری جان یہ تو میرے لیے بہت بڑا خوشی کا فیصلہ ہے میرا بوبی تم سے بے پناہ محبت کرتا ہے اس کو تم مل جاؤ تو اور کیا چاہیے؟'' زینت آپا نے اسے بانہوں میں بھر کے پیار کرتے ہوئے کہا۔

''تو آپ یہ خوشی جی بھر کر منائیے۔'' اس نے بہت اپنائیت سے کہا تو زینت آپا سو جان سے اس پر فدا ہو گئیں۔ اپنے ہاتھ سے جڑاؤ کنگن اتار کر اس کی کلائی میں پہنا دیا اور اس کی پیشانی چوم لی۔

''تم خوش ہونا۔'' انہوں نے پھر پوچھا۔

''جی......'' وہ دھیرے سے کہہ کر باہر آ گئی۔

❁......❁❁......❁

''او مائی ڈیئر شرمین آئی لو یو سو...... سو مچ۔'' اس کے باہر نکلتے ہی بوبی اس کی کمر کے گرد بازو ڈال کر جھوم اٹھا۔ شرمین اس اچانک عمل کے لیے تیار نہیں تھی وہ شاید زینت آپا کے کمرے کے باہر کھڑا اس کے باہر نکلنے کا انتظار کر رہا تھا۔

''بوبی...... بوبی پلیز ہوش کے ناخن لو چھوڑو مجھے۔'' بھولی اس طرف آ رہی تھی شرمین نے بمشکل خود کو آزاد کرایا۔

''میری جان تمہیں کیسے بتاؤں کہ اس وقت میں کتنا خوش ہوں؟'' وہ عالم شوق میں بولا۔

''خوشی کا یہ اظہار مناسب نہیں۔''

''میرا تو دل چاہ رہا ہے کہ نجانے کیا کچھ کر ڈالوں؟''

''کچھ نہ کرو فی الحال کھانا کھاؤ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔'' شرمین نے کہا۔

''ارے چھوڑو کھانا وانا میرا دل قابو میں نہیں ہے۔''

''بوبی! بچپنا چھوڑو اور آؤ۔''

''اب ہم منگیتر ہیں، بچپنا کیسا؟''

''تو ڈھول گلے میں ڈال کر پیٹو۔''

''شرمین پلیز آؤ باہر چلیں لنچ بھی کریں گے۔'' وہ پیار سے بولا۔
''ہرگز نہیں، مجھے گھر میں زینت آپا کے ساتھ کھانا ہے آپ جہاں مرضی جاؤ۔'' اس نے صاف انکار کیا تو وہ اڑ گیا۔
''تمہیں چلنا ہوگا یہ میری خوشی ہے۔''
''تمہاری ایک احمقانہ بات مان لی ہے نا اب مزید پریشان نہ کرو۔'' اس کا اشارہ ہاں کہہ دینے کی طرف تھا۔
''میں تم سے بے پناہ پیار کرتا ہوں تم اسے احمقانہ بات کہہ رہی ہو؟''
''تو اور کیا کہوں۔ تم میں اور بھولی میں کیا فرق ہے، بولو۔''
''تمہارے ساتھ باہر جانا بری بات ہے کیا؟''
''میں نہیں جاؤں گی اب مزید کچھ نہ کہنا۔'' وہ بولی۔
''تھوڑی دیر کے لیے پلیز۔'' وہ منت پر اتر آیا۔
''بھولی جاؤ بیگم صاحبہ کو کھانے کے لیے بلاؤ۔'' اس نے باتیں سننے کی کوشش میں مصروف بھولی کو کہا۔
''میرے جذبات کا ذرا پاس نہیں۔'' وہ منہ پھلا کر وہیں صوفے پر بیٹھ گیا۔
''دیکھو مجھے سمجھو خالی پیار سے ہمارا نیا رشتہ مضبوط نہیں ہو سکتا مجھے کچھ چیزیں پسند نہیں، میرا اپنا مزاج ہے اپنے سے چھوٹے کے ساتھ زندگی گزارنے کا فیصلہ اپنے ساتھ کھلی جنگ کے بعد کیا ہے۔'' وہ بہت سنجیدگی کے ساتھ کہہ کر ڈائننگ روم کی طرف بڑھ گئی وہ ہونق سا اسے جاتا دیکھتا رہا۔
بھولی واپس آئی تو پوچھ بیٹھی۔
''آپ بھی کھانا کھائیں گے۔''
''نہیں، زہر کھاؤں گا۔'' وہ کھا جانے کو دوڑا۔
''ہائے نہیں، ابھی تو آپ کی شادی ہونی ہے۔'' وہ ہنسی۔
''خاک ہونی ہے۔'' وہ بڑبڑایا۔
''شرمین باجی تو بہت اچھی ہیں۔'' بھولی نے اپنی دانست میں اطلاع دی۔
''جانتا ہوں مگر بہت ضدی ہیں۔''
''میں آپ کی شادی پر خوب ناچوں گی۔'' وہ بھولپن سے بولی تو بوبی کو اس کی معصومانہ سی خواہش پر بے اختیار ہنسی آ گئی۔
''اچھا۔''
''ہمنہہ۔''
''رہنے دو، تمہاری شرمین باجی کو یہ بھی اچھا نہیں لگے گا۔'' اس نے برا سا منہ بنایا۔
''وہ بڑی باجی ہیں نا۔'' بے اختیار ہی اس کے منہ سے نکلا۔
''بھولی جاؤ جا کر اپنا کام کرو۔'' زینت آپا نے اس کا جملہ آتے ہوئے سنا تو غصے سے کہا، وہ بھاگ گئی تو وہ بوبی سے مخاطب ہوئیں۔
''آپ کو زیب دیتا ہے گھر کی ملازمہ سے اتنی ذاتی گفتگو کرو۔''
''تو کس سے کروں؟''
''اس کا مطلب آپ کا کوئی اسٹینڈرڈ نہیں۔''

''شرمین کو اتنا کہا کہ باہر چلے مگر وہ......''
''بوبی اب یہ بے وقوفی چھوڑ دو ابھی اس نے اقرار کیا ہے اور تم اسے تنگ کرنے لگے۔'' دبے لفظوں میں انہوں نے ہوشیار کیا۔
''ماما...... سیلیبریشن تو بنتی ہے نا۔''
''ہزار طریقے ہیں چلو اب فضول تکرار چھوڑو، چل کر کھانا کھاؤ۔'' وہ سختی سے کہہ کر آگے بڑھ گئیں تو اسے بھی پیچھے آنا پڑا۔

❀......✿✿......❀
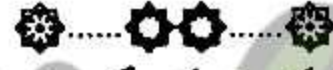
جہاں آرا کے کہنے پر اس نے سامان کم کر کے صرف ایک بیگ بنا لیا عبدالصمد کو تیار کر کے جہاں آرا بیگم کو دیا نھی بھی وہیں ان کے کمرے میں تھی۔ وہ سفید اور ہلکا آسمانی سوٹ نکال کر واش روم میں گھس گئی۔ کچھ دیر بعد باہر آئی تو صفدر آ چکا تھا کچھ تھکا تھکا سا آ ڑا ترچھا بیڈ پر دراز تھا۔
''آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔'' اس نے پوچھا۔
''تمہارے جانے کے بعد بالکل ٹھیک ہو جائے گی۔'' اس نے تلخ سی جواب دیا۔
''اچھا ہے میں کب چاہتی ہوں کہ آپ ٹھیک نہ ہوں۔'' اپنے بالوں کی چٹیا بناتے ہوئے وہ دھیرے سے بولی۔
''میں نے آپ کی امی کو فی الحال نہیں بتایا۔'' وہ بولی تو وہ اٹھ بیٹھا۔ اس کو دیکھا وہ معصوم پاکیزہ سی اپنے خشک لبوں پر لپ اسٹک کی تہہ جما رہی تھی اسے دیکھنا بہت اچھا لگا۔
''کیا سوچنے لگے؟'' شیشے میں اس کی محویت دیکھ کر بولی تو وہ ٹھٹکا۔
''بتا دو کہ تم جا رہی ہو۔''
''ہاں لیکن ایک شرط پر۔'' وہ پلٹی۔
''کہ......''
''کہ میں اور میرا بیٹا اب کبھی نہیں آئیں گے۔'' اس نے دل کڑا کر کے کہا تو پہلی بار اسے بھی ہلکا سا دھچکا لگا۔
''مطلب۔''
''یہی کہ مجھے آپ سے طلاق چاہیے۔'' وہ برجستہ کہہ گئی۔
''اگر نہ دوں تو۔''
''بے کار بحث کا وقت گزر گیا۔''
''اس کے لیے تو تم جا کر سوچنا۔'' وہ طنزیہ بولا۔
''اپنی زندگی کا یہ باب ختم کر کے جا رہی ہوں۔''
''ٹھیک ہے۔''
''میرا کچھ سامان بعد میں بھجوا دیجیے گا۔''
''کیوں؟''
''آپ کی امی نے منع کیا تو چھوڑ کر جا رہی ہوں۔''
''میں تمہارا نوکر نہیں ہوں۔''
''ٹھیک ہے پھر میں خود منگوا لوں گی۔''

"ہاہاہا کتنی چالاک ہوتم' جاتی ہو اور پھر سامان کے بہانے آنا چاہتی ہو۔" وہ ہنسا اور پھر بولا۔

"آپ کی بھول ہے آپ نے جو میرے ساتھ کیا اس کے بعد یہاں رہنا سراسر ذلت ہے۔" اس نے دراز کھولی اس میں سے اپنی جیولری نکالی کچھ عبدالصمد کی دوائیوں کے نسخے دیگر کاغذات اور اپنا سیل فون سب اکٹھے کیے فون پرس میں رکھا اور باقی سب اشیا اسی بیگ میں رکھ لیں۔

"سنو، نکاح نامہ بھی لے جاؤ۔" اس نے طنزیہ کہا۔

"ٹھیک ہے دے دیجیے۔"

"رکو، دیتا ہوں۔" وہ تیزی سے اٹھ کر اپنی الماری کی درازوں میں ٹٹولنے لگا لیکن نہیں ملا کچھ کہنے کو پلٹا تو جہاں آراء وہیں آ گئیں۔

"صفدر جاؤ تم انہیں چھوڑ آؤ عبدالصمد سو گیا ہے رکشے میں پریشان ہوگا۔" انہوں نے بات کا رخ ہی بدل دیا۔

"جی بہتر۔" وہ ان سے الجھا نہیں۔

"پہلے نکاح نامہ دے دیجیے۔" زیبا کو بھی غصہ آ گیا جان بوجھ کر جہاں آرا کے سامنے کہا۔

"نکاح نامہ؟" جہاں آرا نے تعجب سے دونوں کی طرف دیکھا۔

"وہ......نکاح نامہ مل نہیں رہا۔" وہ ٹپٹا گیا۔

"اس وقت اس کی کیا ضرورت پڑ گئی؟"

"ویسے ہی اس کے ساتھ ضروری کاغذات تھے۔" وہ بہانہ بنا کر الماری بند کر کے ان کے سامنے آ گیا۔

"چلو بھئی اب جاؤ ننھی کو دیر ہو رہی ہے۔" جہاں آرا یہ کہہ کر چلی گئیں تو وہ پنجے جھاڑ کر اس پر حملہ آور ہوا۔

"بہت ہوشیار ہو مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تمہیں تو ہزار ہا طریقے آتے ہیں میری ماں کو بے وقوف بنانے کے۔ تمہاری معصوم شکل دیکھو تو یقین نہیں آتا کہ تم اتنی چالاک ہو سکتی ہو، مجھے پھنسانے کے سب گر آتے ہیں مگر اب واپسی نہیں۔"

"مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے اسے گھر نہیں جہنم بنا کر رکھا ہے آپ نے۔"

"ظاہر ہے تمہارے منصوبے تو اور ہوں گے مگر یہ مت بھولو کہ تمہارے متعفن وجود کو اس جہنم میں ہی پناہ ملی ہے۔"

"بس کر دیں پلیز۔" وہ رو دی۔

"ہنہہ۔" وہ ہنکارتا ہوا باہر نکل گیا اور ہتک کے باعث اس کی آنکھوں کے کٹورے چھلک پڑے "کیسا ستمگر ہے نہ جینے دیتا ہے نہ مرنے۔" وہ سوچ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

❁......✿✿......❁

خاموش نگاہوں سے وہ گاڑی چلاتے ہوئے کئی بار بیک ویو مرر میں اس کا آنسوؤں سے دھلا چہرہ دیکھ چکا تھا عبدالصمد اس کی گود میں سویا ہوا تھا وہ باہر دیکھ رہی تھی خالی خالی نظروں کے ساتھ، جس کے پاس اب کچھ نہیں بچا تھا گھر کے نام پر جو گھر اس کو ملا تھا آج وہ چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے جا رہی تھی۔ اپنے دامن میں صرف اور صرف اپنے پیارے عبدالصمد کو لے کر جو اب اس کی کل کائنات تھا بہت تکلیف دہ مرحلہ تھا جب مختصر سامان کے ساتھ پوری کی پوری زندگی لے کر وہ جہاں آرا کو خدا حافظ کہہ کر نکلی تھی ان سے جھوٹ بول کر غلط بیانی کر کے مگر یہ سب اس نے مجبوری کے تحت کیا تھا بے حد اور بے حساب توہین کے بعد کیا تھا شریک سفر نے ہاتھ پکڑ کر گھر سے نکال دیا تھا وہ کیسے انہیں بتاتی کہ کس قدر بے آبرو ہو کر جا رہی ہے کوئی گنجائش باقی نہیں رہی تھی۔

"سب چابیاں تکیے کے نیچے رکھی ہیں۔" وہ دھیرے سے بولی۔

"امی کو بتانا تھا بلکہ ان کے گھر کی چابیاں انہیں ہی دے کر آنی تھیں۔" وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولا تو اس کی روح تک بلبلا اٹھی شدت دکھ سے اس کی آنکھیں پھر بھر آئیں۔

"مجھے معلوم ہے میرا کوئی گھر نہیں تھا میں مسافر خانے میں تھی۔"

"ہنہ شکر کرو مسافر خانے میں کوئی لٹیرا نہیں تھا۔" اس نے دبی آواز میں مزید طنز کیا۔

"لٹیرے لٹیرے میں بھی تو فرق ہوتا ہے۔"

"اسی لیے لوٹ کر جا رہی ہو۔" وہ ذو معنی نظروں سے گھور کر بولا۔

"کیا مطلب؟"

"چھوڑو، گھر آ گیا ہے تمہارا۔" اس نے گاڑی بالکل ان کے دروازے کے ساتھ لگاتے ہوئے کہا تو اس نے گردن گھما کر باہر دیکھا دروازہ کھولا اور شکست خوردہ سی باہر نکل گئی ننھی پچھلی سیٹ سے سامان اٹھا کر باہر نکلی وہ دیکھتا رہا ننھی کچھ سوچ کر اس کی طرف گئی کھڑکی پر جھک کر بولی۔

"صفدر بھائی! رشتہ تو ٹوٹ ہی گیا شاید مگر بھرم ٹوٹنے میں تو کچھ وقت لگتا ہے۔ زیبا کی امی سے اخلاقاً ہی مل لیں۔" وہ شرمندہ سا انگوٹھے کا ناخن چباتا رہا' پھر کچھ سوچ کر باہر نکلا' بیگ اٹھایا گھر کے اندر داخل ہوا۔ زیبا اور ننھی پیچھے پیچھے تھیں۔ حاجرہ بیگم انہیں دیکھ کر باغ باغ ہو گئیں۔

"السلام علیکم۔" صفدر نے پہل کی۔

"وعلیکم السلام......جیتے رہو۔" حاجرہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا پھر زیبا کو گلے لگا کر ماتھا چوما۔

"خالہ، پہلے اپنے خاص مہمان سے تو ملیں۔" ننھی نے عبدالصمد کی طرف اشارہ کیا تو حاجرہ کھل اٹھیں۔

"ارے ہاں لاؤ میرے جگر گوشے کو تو مجھے دو۔"

"خالہ! مجھے اجازت دیجیے۔" صفدر نے جلدی سے دانستہ بچے پر سے نظریں ہٹائیں۔

"ارے واہ، بیٹا ایسا کیسے ہو سکتا ہے' میں نے کھانا تیار کیا ہے۔" حاجرہ نے کہا۔

"نہیں، کھانا تو ہم کھا کر آئے ہیں شام کے چار بج رہے ہیں۔"

"بیٹھو، چائے تو ہمارے ساتھ پیو۔" انہوں نے کہا تو ننھی کچن کی طرف چلی گئی وہ مجبوراً بیٹھ گیا۔

"زیبا' لو بچے کو سنبھالو میں آتی ہوں۔" حاجرہ بھی شاید ننھی کی مدد کے لیے باورچی خانے کی طرف چلی گئیں۔

"شکریہ۔" زیبا نے اسے کہا۔

"کس بات کا؟"

"آپ نے امی کو سلام کیا۔"

"بعد میں نہیں آؤں گا تو فرق بھی تمہیں ہی پڑے گا۔"

"بعد کی اللہ جانے جو سر پر پڑتا ہے اسے برداشت کرنا ہی پڑتا ہے۔"

"یہ تو ہے۔" اس نے گہری بات کی۔

"تاہم آپ کا شکریہ کہ آپ نے اتنے عرصہ مجھے برداشت کیا۔"

"میری مجبوری تھی مگر تم نے تو اپنی ضد پوری کی بچہ پیدا کر کے رہیں اب اسے پالتی رہنا۔"

"میری خوش قسمتی ہے یہ بس۔"

"نہ آزادی ملے گی اور نہ نام۔"

''یہ دھونس ہے۔''
''ضد ہے۔'' وہ بولا وہ کچھ کہتی کہ نھی چائے کی ٹرے اٹھائے اسی طرف آ رہی تھی لہٰذا وہ چپ ہی رہی۔

❁......✿✿......❁

وہ میل چیک کر رہا تھا۔
ریسپشن سے کال آئی اس نے ریسیو کی۔
''سر پاکستان سے کال ہے۔''
''جی......'' اس نے اوکے کا سگنل دیا۔
''عارض تم کسی بڑی مصیبت میں پڑ جاؤ گے اس سے پہلے فوراً آ جاؤ۔'' آغا جی کی بھاری تحکمانہ آواز میں بہت سنجیدگی تھی۔
''بابا کیا ہوا؟'' وہ دانستہ انجان بن گیا۔
''انجان مت بنو وہ لڑکی جھوٹ فراڈ نکلی نا۔''
''تو...... میرا کیا لینا دینا؟''
''بیٹا آپ امریکا میں بیٹھے ہو پولیس انوالو ہے وہ ضرور پوچھ گچھ کریں گے' کیوں اپنے اور میرے دشمن بنے رہے ہو؟''
''آپ کے خوف اور خدشے پر مجھے حیرت ہے۔''
''وہ لڑکی شادی شدہ نکلی شوہر نے تشدد کیا' وہ پولیس کو کوئی بھی اسٹیٹ منٹ دے سکتی ہے' یار فضول چکر سے نکل آؤ۔''
''بابا وہ کیوں ایسا کرے گی؟''
''مجھے نہیں معلوم میں نے معید صاحب کو کہہ دیا ہے کہ فوراً ہی تمہیں روانہ کریں۔''
''بابا میں خود بھی آ ہی رہا ہوں۔''
''ڈیئر سن! میں بہت پریشان ہو گیا ہوں اس لڑکی نے تم سے جھوٹ کیوں بولا؟'' آغا جی سچ مچ بہت فکر مند ہو رہے تھے۔
''ملے گی تو پوچھوں گا۔''
''کوئی ضرورت نہیں۔''
''اس کا شوہر اچھا نہیں ہے اسی لیے وہ شاید......''
''جھوٹ بولتی پھرتی ہے۔'' آغا جی نے اس کا جملہ کاٹا۔
''بابا اس کی مجبوری ہوگی میں کون سا اس میں انوالو ہوں۔''
''یہ تو آپ کہہ رہے ہو؟''
''اچھا آپ فکر نہ کریں بس میں آ رہا ہوں۔''
''میں شرمین کو بتا دوں؟''
''شرمین آپ کو اب تک یاد ہے۔'' وہ ایک دم دکھی ہو کر بولا۔
''ہاں۔''

’’نہیں اس کا اب کوئی امکان نہیں۔‘‘

’’اچھا خیر آ ؤ گے تو بات ہوگی۔‘‘

’’ہمنہہ۔‘‘

’’عارض ٹیک کیئر پھر کہہ رہا ہوں احتیاط کرنا۔‘‘

’’بابا پلیز‘ میں دودھ پیتا بچہ نہیں ہوں۔‘‘ وہ چڑا۔

’’فی امان اللہ۔‘‘ انہوں نے کہہ کر لائن آف کردی۔

’’کیا مصیبت ہے ہر بات بابا کو بتا دی جاتی ہے۔‘‘ وہ غصے سے بڑبڑایا اور سر تھام کر رہ گیا۔ پھر منیجر صاحب کو انٹرکام پر کھری کھری سنائیں۔

وہ چپ چاپ سنتے رہے۔ شاید یہی ان کی آغا صاحب سے وفاداری کا تقاضا تھا یا پھر امریکہ میں رہنے کی وجہ سے وہاں کے قاعدے قانون سے اچھی طرح واقف تھے سو اس لیے زیادہ متفکر تھے۔ عارض ان کے نزدیک ناتجربہ کار تھا یہاں رہنے سے اتنی جلدی کچھ جان نہیں سکا تھا اس کی مکمل حفاظت معید صاحب کی پہلی ذمہ داری تھی جسے وہ بحسن طریقے سے نبھا رہے تھے۔

❁......✿✿......❁

اس کے کندھوں میں بہت کھنچاؤ تھا۔

کیمسٹ سے جیل لے کر معید صاحب اسے اپارٹمنٹ چھوڑنے آئے اس کی کل دن کی فلائٹ تھی لہٰذا وہ گاڑی ساتھ لے کر جاتے مگر آغا صاحب کا بچ بالکل ان دونوں کی نظروں کے عین سامنے موجود تھا۔ شدید سردی میں زخمی، ہنجنا تھرتھر کانپ رہی تھی۔ دروازے سے چپکی اس کی منتظر تھی۔ معید صاحب نے گاڑی ریورس کرکے یہاں سے پلٹنا چاہا مگر عارض نے ان کا کندھا دبا کر منع کیا۔

’’سر مشکل میں پڑ جائیں گے۔ کل آپ کی فلائٹ ہے۔ یہ لڑکی مسائل کھڑے کردے گی۔‘‘ معید صاحب جذباتی ہوگئے۔

’’بات تو کرنے دیں اسے شرمندہ تو کرنا ہے۔‘‘ عارض نے اصرار کیا۔

’’آپ کی مرضی۔‘‘ معید صاحب نے ہتھیار پھینک دیے۔

’’آپ جائیں بے فکر ہوکر۔‘‘ اس نے انہیں بھیج دیا۔

’’اگر کوئی کام ہو تو فون کردیجیے گا۔‘‘ معید صاحب یہ کہہ کر گاڑی نکال لے گئے وہ چل کر دروازے تک پہنچا چابی سے دروازے کا لاک کھولا اور وہ جلدی سے اس کے ساتھ ہی اندر داخل ہوگئی۔

’’کوئی اور جھوٹ رہ گیا تھا کیا؟‘‘ اس نے بنا اس کی طرف دیکھے اطمینان سے کہا۔

’’پلیز مجھے پہلے گرم چائے یا کافی دو۔‘‘ اس کی حالت خاصی خراب ہو رہی تھی۔

’’کیوں، یہ کیفے یا کافی شاپ ہے؟‘‘ وہ انتہائی تلخ ہوگیا۔

’’عارض آپ غلط سوچ رہے ہیں۔‘‘

’’مجھے غلط اور صحیح کچھ نہیں سوچنا آپ جاسکتی ہیں۔‘‘ اس نے بہت تلخی سے کہا۔

’’وہ...... میں مجبور تھی میری حالت دیکھو، اشوک نے مجھے کتنا مارا ہے؟‘‘ وہ روتے ہوئے بتانے لگی۔

’’مجھے کیوں بتارہی ہو؟‘‘ وہ چڑ کر بولا۔

’’کیونکہ تم کو بتانا ضروری ہے میرا مطلب تمہیں نراش کرنا نہیں تھا۔‘‘

’’تمہارا جو بھی مطلب تھا مجھے کچھ نہیں لینا دینا۔ میں تمہیں جانتا ہی نہیں۔‘‘

’’میں نے اشوک سے محبت کی‘ شادی کی۔ اپنا گھر بار چھوڑا یہاں آئی مگر اشوک نے مجھے کھود (خود) کی جگہ کمانے کا ذریعہ بنالیا وہ شراب پیتا ہے کلبوں میں ناچتا ہے۔‘‘ وہ سانس لینے کو رکی۔

’’مجھے کیوں سنا رہی ہو، چلی جاؤ یہاں سے پلیز۔‘‘ وہ پیشانی پر ہزار ہا سلوٹیں ڈال کر بولا۔

’’مجھے پناہ چاہیے میں اسپتال سے بھاگ کر آئی ہوں۔‘‘

’’مس سنجنا فار گاڈ سیک میرے لیے پرابلم کری ایٹ نہ کرو میں کیا کرسکتا ہوں۔‘‘

’’مجھے اپنے ساتھ رہنے دو۔‘‘

’’اپنے ساتھ؟‘‘ اس کو جھٹکا سا لگا۔

’’میں اب اشوک کی پتنی (بیوی) نہیں ہوں۔‘‘

’’او گاڈ، یہ نئی کہانی ہے اب۔‘‘ اس نے چلا کر کہا۔

’’مجھ سے ہمدردی تو کرسکتے ہو مجھے کسی پروشواس نہیں میں ساری عمر تمہارے قدموں میں گزار دوں گی داسی بن کر مجھے محبت کے نام پر جو گنوانا پڑا ہے اس کا انجام یہی ہے کہ بھارت گئی تو میرا خون کردیں گے۔‘‘ وہ رونے لگی۔

’’تو...... تو میں کیا کروں۔‘‘

’’مجھے پناہ دے دو۔‘‘

’’میں جارہا ہوں یہاں کوئی نہیں ہوگا، اب تم جاؤ۔‘‘

’’کہاں؟‘‘

’’کہیں بھی اپنے گھر۔‘‘

’’کوئی گھر نہیں ہے اشوک مجھے مار ڈالے گا۔‘‘

’’اف تو میں کیا کروں؟‘‘

’’رات تو رہنے دو پلیز۔‘‘

’’پولیس یہاں آئے گی اور میں کسی مصیبت میں پڑنا نہیں چاہتا۔‘‘

’’ٹھیک ہے تو میں چلی جاتی ہوں۔‘‘

’’سمجھنے کی کوشش کرو اخبارات تمہاری کہانی سنا رہے ہیں میرا تم سے کوئی تعلق نہیں تو اس قصے سے مجھے دور رکھو۔‘‘

’’اگر مجھے اشوک نے مار دیا تو۔‘‘

’’اشوک اگر تمہارا شوہر نہیں ہے تو پھر کیوں مارے گا؟‘‘

’’وہ جانتا ہے کہ میں یہاں اس کی آمدنی کا ذریعہ ہوں میرے پاس واپسی کا راستہ نہیں۔‘‘

’’دیکھو تم سچ سچ پولیس آفیسرز کو بتادو، پھر تمہیں اشوک کچھ نہیں کہہ سکے گا۔‘‘

’’تم اشوک کو نہیں جانتے۔‘‘

’’اوہ...... بھاڑ میں جاؤ تم اور اشوک‘ پلیز جاؤ یہاں سے۔‘‘ وہ شدید غصے میں چلا اٹھا۔

’’ٹھیک ہے تمہیں میری محبت کی قدر نہیں‘ میں تو یہ جانتی تھی کہ محبت میں دین دھرم، خطے اور ملک کوئی اہمیت نہیں رکھتے میں پاکستان جانا چاہتی تھی۔‘‘ اس نے روتے روتے نیا انکشاف کیا تو وہ حیرت کے سمندر میں غوطے کھانے لگا۔

”محبت...... پاکستان۔“

”ہاں۔“ اس نے دوبارہ اثبات میں گردن ہلائی۔

”تو جاؤ، پاکستان میں نے کب روکا ہے، لوگ آتے جاتے ہیں۔“

”تو لے چلو مجھے اپنے ساتھ۔“

”وہاٹ۔“

”ہاں نا، عارض پلیز مجھے دھرم چھوڑنے کو کہو گے تو میں چھوڑ دوں گی۔“

”اپنا کام کرو میرا دماغ خراب ہے کیا؟“

”عارض میں تمہارے سنگ جینا چاہتی ہوں۔“ وہ اس کی کلائی تھام کر بولی۔ تو وہ پتھر کا بن گیا۔

”دماغ چل گیا ہے تمہارا‘ کس قدر بے باک ہو چھوڑا میرا بازو۔“ وہ بری طرح جھڑکتے ہوئے اپنا بازو چھڑانے لگا۔

”عارض مجھے محبت چاہیے پلیز۔“ وہ بلکنے لگی۔

”جاؤ اپنی راہ لو تمہارا میرا کیا تعلق ہے؟“

”محبت کا سمبندھ ہے۔“

”میں نے کب کہا، بولو خود گلے پڑ گئی ہو۔“

”محبت خود محسوس کر لیتی ہے محبت کی گنجائش کو۔“

”اومس، کوئی گنجائش نہیں ہے میرے ہاں‘ تمہارے پیچھے پولیس یہاں تک پہنچنے والی ہے۔“ اس نے فاصلے پر کھڑے ہو کر کورا سا جواب دیا۔

”مطلب مجھے محبت نہیں ملے گی‘ تم میری محبت کو سویکار نہیں کرو گے۔“

”ہاں ہرگز نہیں۔“

”تو پھر یہ طے ہے کہ تم سویکار کرنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔ میں زندہ رہی تو صبح ملاقات ہوگی۔“ وہ یہ کہہ کر دروازے کی طرف بڑھی۔

”رکو، یہ ساتھ لے جاؤ۔“ اس نے انسانی ہمدردی کے تحت اپنی شارٹ باڈی جیکٹ اٹھا کر اس کی طرف بڑھائی کیونکہ وہ صرف اسپتال کے کپڑوں میں آئی تھی۔ باہر بہت سردی تھی۔

”شاید یہی میری کامیابی ہے۔“ وہ جیکٹ پہنتے ہوئے بولی اور دروازہ کھول کر باہر نکل گئی دروازہ کھلتے ہی سرد ہوا کا جھونکا اندر آیا تو وہ دروازہ بند کرنے کے لیے آگے بڑھا۔

❁......✿✿......❁

بوبی کی ضد اور تکرار کے سامنے زینت اور شرمین نے تھک ہار کر شکست تسلیم کر لی اور منگنی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ شرمین تو تھی ہی سادگی پسند اس کو تیاریوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی مگر بوبی نے ایک ہنگامہ برپا کر رکھا تھا اس کو اور کوئی نہ ملتا تو بھولی تو تھی نا‘ اس کے ساتھ الٹے سیدھے پروگرام بنانے لگا۔ یوں کریں گے یہ کریں گے۔ زینت آپا مسکرا کر دیکھتیں پھر خاموش ہو جاتیں شرمین نے ان کو سمجھایا۔

”آپا آپ بھی کمال کرتی ہیں‘ بھولی حلق پھاڑ پھاڑ کر گانے گا رہی ہے اور کوئی اس کو منع نہیں کر رہا۔ بوبی کو پہلے تو بہت بری لگتی تھی‘ مگر اب وہ میز بجا رہا ہے۔“

”ہاہاہا، شرمین اتنی بڑی خوشی اس گھر میں طویل صبر آزما انتظار کے بعد آئی ہے۔“

”ٹھیک ہے لیکن ایسی بھی حرکتیں کیا۔“

”تم یہ بتاؤ کہ دل سے خوش ہو نا۔“ انہوں نے اپنی گود میں رکھے اس کے سر میں انگلیاں پھیرتے ہوئے پوچھا تو وہ اندر کی کیفیت پر سختی سے ضبط کا انگوٹھا رکھتے ہوئے مسکرا دی۔

”آپ کو یقین کیوں نہیں آ رہا؟“

”دراصل تم نے بڑی مشکل سے بوبی کو قبول کیا ہے اور تم نے خود بھی تو عارض کو چاہا، اسے سوچا۔“

”اس بات کو تو گزرے کافی وقت ہو گیا آپ۔ پلیز اس کا ذکر نہ کیا کریں۔“ وہ ایک دم سنجیدہ سی ہو گئی۔

”مجھے بے حس نہ سمجھو‘ محبت کا ملنا ہی دل کی خوشی ہوتی ہے‘ عارض اگر رہتا تو میرے لیے یہ زیادہ خوشی کی بات ہوتی۔“

”آپا! پلیز اس کا ذکر نہ کریں۔“

”شرمین یہ بھی تو سچ ہے کہ تم نے بوبی سے محبت نہیں کی۔“

”اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔“

”خیر، اب تھوڑا سا بوبی کی جذباتی حرکتیں برداشت کر لو، اس نے مجھ سے خاص طور پر تمہیں ساتھ لے جا کر شاپنگ کرنے کی منت کی ہے منگنی کا ڈریس اس کی پسند سے لے لو۔“

”زینت آپا اس کی کیا ضرورت ہے اور ہمارے رشتے دار ہیں ہی نہیں۔ پھر کس وجہ سے یہ سب کریں۔“

”بیٹا بوبی کے دوست تو ہیں اس کو شوق ہے اور چھوٹے سے ہال کی بکنگ کرائی ہے۔“

”اف...... بوبی کی بچوں والی حرکتیں ہیں۔“ وہ بولی۔

”بھولی کو بھی ساتھ لے جانا اس نے خوشی سے ایک جوڑے کی فرمائش کی ہے۔“ زینت آپا نے اپنے پرس سے کریڈٹ کارڈ نکال کر اسے دیا۔

”اس کی ضرورت نہیں‘ ہیں میرے پاس۔“

”ارے نہیں، یہ میری طرف سے خریدنے ہیں۔“ زینت آپا نے اسے کارڈ دیتے ہوئے کہا تو وہ چپ ہو گئی۔

”اور ہاں تم نے جس کو بھی بلانا ہو......“

”کس کو بلانا ہے، بس صفدر بھائی کو کہہ دوں گی۔“

”ٹھیک ہے اب تیار ہو کر اس کے ساتھ چلی جاؤ۔“

”جی بہتر‘ لیکن کچھ آرام کر لوں پھر۔“ اس نے وہیں لیٹے لیٹے آنکھیں موند لیں۔ زینت آپا نے محبت پاش نگاہوں سے اسے دیکھا اور اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگیں کچھ ہی دیر میں وہ سو گئی۔

❁......✿✿......❁
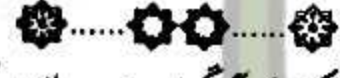
مغرب کی نماز پڑھ کر مصلیٰ تہہ کر رہی تھیں کہ صفدر آ گیا۔ وہ سیدھا ان کے پاس آ کر تخت پر لیٹ گیا۔ وہ وہیں اس کے پاس بیٹھ گئیں۔

”عبدالصمد ٹھیک تھا؟“ انہوں نے پہلا سوال ہی پوتے سے متعلق پوچھا وہ چپ رہا۔

”صفدر، میں نے کچھ پوچھا ہے۔“

”امی ابھی انہیں گئے کتنی دیر ہوئی ہے وہ ٹھیک ہی ہوگا۔“ وہ کچھ کتایا سا بولا۔

''مجھے تو ایسا لگ رہا ہے کہ جانے کب سے گیا ہوا ہے' گھر سونا سونا ہوگیا ہے۔'' جہاں آرا اداس تھیں۔ صفدر نے انہیں دیکھا اور بولا۔

''امی کیا ایک ڈیڑھ ماہ کا بچہ آپ کے لیے اتنا اہم ہوگیا؟'' وہ حیران سی پہلے تو اس کی صورت دیکھتی رہیں اس حیرت میں واضح نظر آ رہا تھا کہ وہ اس کے لیے غیر اہم ہے۔

''کیا تمہیں بیٹے کی کمی محسوس نہیں ہو رہی، بیوی کو تو رہنے ہی دو۔''

''ابھی چھوڑ کر آیا ہوں' کیسی کمی؟''

''صفدر میں تو سخت پریشان ہوتی ہوں تمہارا بیوی بچے کے ساتھ رویہ دیکھ کر، جانے میری تربیت میں کہاں کمی رہ گئی۔''

''اوہو امی مسئلہ کیا ہے، کیا بیوی بچے کی فوٹو گلے میں ڈال کر پھروں۔'' وہ جھنجلا گیا۔

''اونچی آواز میں بات نہ کرو اتنی اچھی بیوی مقدر سے مل گئی مگر تمہیں قدر نہیں' اب تو مجھے یقین ہو چلا ہے کہ تم کسی اور چکر میں ہو۔'' وہ شدید غصے میں آ گئیں تو وہ نرم پڑ گیا۔

''امی آپ غلط سوچتی ہیں آپ کو حقیقت معلوم ہی نہیں کہ آپ کی بہو کس چکر میں ہے؟''

''کیسا چکر، کچھ بتاؤ تو۔''

''بس وہ یہاں رہنا نہیں چاہتی مجھے جس دن غصہ آ گیا طلاق دے دوں گا۔'' اس نے کمال ہوشیاری سے انہیں چوکنا کر دیا تو متحیر غصے سے سرخ پڑ گئیں۔

''کیا بک رہے ہو، ایسی بری بات تمہارے منہ سے کیسے نکلی؟''

''نہ مانیے وہ ایسا ہی مطالبہ آپ سے کر دے گی۔''

''صفدر خرافات سے گریز کیا کرو اس کو میں نے کبھی ایسا کچھ کرتے نہیں دیکھا۔''

''آپ کو کیا کر کے دکھائی، کہتی تو مجھ سے ہے۔''

''میں ابھی جا کر پوچھتی ہوں۔''

''اوہو، ابھی اسے رہنے دیں جلدی کیا ہے اور ویسے بھی ہمیں نئے گھر شفٹ ہونا ہے میں چاہتا ہوں آپ ٹھنڈے دل و دماغ سے غور کریں۔'' اس نے موضوع گفتگو بدلا۔

''صفدر میں یہاں رہوں گی۔''

''امی پلیز! آپ کو میری خوشی سے کوئی مطلب نہیں کیا؟''

''اس گھر کو کیا ہوگیا ہے؟''

''امی کچھ نہیں ہوا' میری ملازمت کا تقاضا ہے۔''

''کل کو ماں، بیوی سب بدل لینا۔'' وہ رقت آمیز لہجے میں بولیں۔

''ٹھیک ہے آپ رہیں یہاں میں چلا جاؤں گا۔'' وہ کہہ کر اپنے کمرے کی طرف آ گیا کیونکہ انہیں سمجھانا بہت مشکل تھا۔

❀......✿✿......❀

شاپنگ مال سے باہر آتے ہوئے ایک دم سے ہی آغا جی اس کے سامنے آ گئے تو وہ خوشی سے مسکرا دی۔

''السلام علیکم بابا۔'' اس نے اتنی اپنائیت سے کہا کہ انہوں نے بے ساختہ اس کا ماتھا چوم لیا۔ بوبی نے ہاتھ میں

پکڑے شاپنگ بیگز ڈرائیور کو تھمائے بھولی کو گاڑی کی طرف بھیجا اور خود شرمین کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

''بوبی یہ آغا جی ہیں۔'' شرمین نے جلدی سے تعارف کرایا۔

''بوبی......'' آغا جی نے کچھ یاد کرتے ہوئے پوچھا تو بوبی نے لحہ بھی ضائع نہیں کیا جلدی سے اپنے بارے میں بتایا۔

''میں بوبی ہوں انکل ان کا منگیتر۔'' شرمین شرمندہ سی نظریں چرانے لگی اور آغا جی کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا دل جیسے ڈوبنے لگا۔

''منگیتر......؟''

''جی فرائیڈے کو شام پانچ بجے ہماری منگنی ہے آپ بھی ضرور آیئے گا۔'' بوبی نے تو ایک ہی سانس میں تقریب کا دن، وقت اور دعوت سب ساتھ دے ڈالے۔ آغا جی کا چہرہ دھواں دھواں ہوگیا آنکھوں میں اضطراب بھر گیا۔ بڑی بے یقینی کی سی کیفیت میں انہوں نے شرمین کی طرف دیکھا۔

''جی بابا آپ ضرور آیئے گا۔'' شرمین نے انہیں یقین سے کہا تو وہ بولے۔

''شرمین ہم کہیں بیٹھ کر بات کر سکتے ہیں؟''

''جی بابا۔''

''تو آؤ ساتھ چلو میرے۔''

''بابا...... ابھی؟'' اس نے پوچھا۔

''نہیں انکل پھر سہی، ہمیں ابھی جیولری بھی لینی ہے۔'' بوبی کو فکر لاحق ہوگئی تو اس نے جلدی سے کہا۔

''بس تھوڑی دیر کے لیے۔'' آغا جی نے شرمین کو پرامید نگاہوں سے دیکھا۔

''بوبی آپ گھر جاؤ میں کچھ دیر میں آتی ہوں پھر جیولر کے پاس چلیں گے۔'' شرمین نے ان کی منت آمیز نگاہوں کو سمجھ کر بوبی سے کہا مگر بوبی تو گویا تڑپ اٹھا۔

''شرمین یہ انکل ہمارے گھر آ جائیں رات کا کھانا ہمارے ساتھ کھائیں مگر اس وقت تو نہیں۔''

''بیٹا پھر دیر ہو جائے گی۔'' آغا جی نے بوبی سے کہا۔

''لیکن......'' بوبی ہکلایا۔

''بوبی میں جلدی آ جاؤں گی' پلیز آپ جاؤ۔'' شرمین نے پھر اسے کہا۔

''شرمین کون ہیں یہ' جو تم اس قدر بے تاب ہو رہی ہو۔'' بوبی نے کچھ تلخی سے کہا۔ آغا جی شرمندہ سے ہو گئے جلدی سے بولے۔

''ٹھیک ہے شرمین آپ جاؤ شاپنگ کرو، خود وقت نکال کر آ جانا۔''

''جی ٹھیک ہے میں آ جاؤں گی، سوری۔'' شرمین نے کہا وہ واپس اپنی گاڑی کی طرف پلٹ گئے تو شرمین نے بوبی کو گھورتے ہوئے کہا۔

''بوبی...... وہ میرے لیے بہت اہم ہیں' بزرگ ہیں' تمہیں کچھ سوچ سمجھ کر بولنا چاہیے۔''

''شرمین اس وقت میرے لیے صرف تم اہم ہو، ہماری منگنی اہم ہے۔'' وہ بڑے لاابالی پن سے کہہ کر آگے بڑھ گیا۔ تو شرمین سلگ اٹھی۔ اسے بوبی کے ایسے کج رویوں سے ہی چڑ تھی' جو چیزیں اس کے لیے اہم تھیں ان سے وہ الرجک تھی اسے بڑا دکھ سا ہوا آغا جی کے خیال سے اس کا دل دکھی ہوگیا۔ مردہ دلی سے شکستہ قدموں کے ساتھ وہ بھی

گاڑی کی طرف آ گئی بوبی کو اندازہ ہو گیا کہ وہ برہم ہو گئی ہے۔

''شرمین ہم آئس کریم کھائیں پہلے۔''

''نہیں، تم اپنے بچکانہ شوق پورے کرو، شاپنگ کرو۔'' وہ سختی سے کہہ کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔

''شرمین......سوری۔'' وہ منمنایا۔

''بوبی میرے لیے یہ ضروری ہے کہ تم مجھے سمجھو بھی اور مجھے عزت بھی دو۔'' اس نے اس طرح کہا کہ وہ شرمسار ہو گیا۔

❁......✿✿......❁

برا اسے ماننا چاہیے تھا لیکن منہ پھلا کر سیدھا کمرے میں وہ گھس گیا شرمین نے نوٹس نہیں لیا بھولی ساری خریداری والے بیگز زینت آپا کے کمرے میں لے گئی وہ سیدھی کمرے میں آئی فریش ہو کر باہر نکلی تو وہ دندناتا ہوا سامنے آ گیا اور بولا۔

''شرمین......کون ہیں وہ انکل تم انہیں ملنے کو بے تاب کیوں ہو؟''

''بوبی یہ آپ کو بتانا میرے لیے ضروری نہیں۔'' وہ آگے بڑھی لیکن وہ پھر سامنے آ گیا۔

''شرمین، میں اتنا فضول ہوں تمہارے لیے۔''

''پتا نہیں۔'' وہ بے زار ہو گئی۔

''یو مین ہوں۔''

''بوبی میں جلدی میں ہوں۔''

''ابھی شام ہے اور تمہیں رات کے کھانے پر بلایا ہے۔''

''ابھی میں زینت آپا کے پاس جا رہی ہوں چائے پی کر جاؤں گی۔''

''اور کچھ چیزیں جو ابھی لینی ہیں۔''

''کوئی دنیا ختم نہیں ہو رہی کل لے لیں گے۔''

''شرمین ہم نے پلان کرنا ہے۔''

''بوبی مقصد کیا ہے تمہارا۔''

''کہ تم ان انکل سے ملنے نہ جاؤ۔'' وہ بولا۔

''بوبی مجھ پر یہ حکم نہیں چل سکے گا۔'' اس نے سختی سے کہا اور زینت آپا کے کمرے میں داخل ہو گئی وہ وہیں آ گیا۔

''کیا ہوا؟'' زینت شرمین کا خراب موڈ دیکھ کر بولیں۔

''آپا بوبی نے طے کر رکھا ہے کہ یہ مجھے نہیں سمجھے گا۔'' وہ یہ کہہ کر ایک طرف بیٹھ گئی۔

''بوبی......'' زینت آپا نے پکارا۔

''ماما وہ انکل۔''

''پلیز بوبی۔'' وہ بولی۔

''بوبی اپنے کمرے میں جاؤ۔'' زینت آپا نے سختی سے کہا تو وہ غصے میں چلا گیا۔ زینت آپا نے شرمندہ سی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''آغا جی ملے تھے انہوں نے بات کرنی تھی بوبی نے ان کا لحاظ نہیں کیا اور اب مجھے ان سے ملنے جانا ہے تو......!''

حسن انتخاب

حجاج کے دربار میں کیس آیا تین آدمی تھے ان کے قتل کا حکم دیا گیا۔ ایک خاتون بھی ساتھ تھیں۔ اس نے کہا۔

''چھوڑ دے تیری بڑی مہربانی ہو گی۔''

حجاج کہنے لگا۔ ''تینوں میں سے ایک کو چن لے اسے چھوڑ دوں گا۔ باقیوں کو قتل کر دوں گا۔''

ایک بیٹا تھا' ایک خاوند تھا اور ایک بھائی تھا۔ عورت نے کہا۔

''خاوند دوسرا بھی مل جائے گا' اولاد اللہ اور بھی دے دے گا۔ میرے ماں باپ مر گئے ہیں بھائی اب کوئی نہیں ملے گا۔ میرے بھائی کو چھوڑ دے' باقی سب کو قتل کر دے۔''

حجاج نے کہا۔ ''میں تیرے حسن انتخاب پر تینوں کو چھوڑ دیتا ہوں۔''

بالہ و عائشہ سلیم......کراچی

وہ بولتے بولتے رک گئی۔

''آغا جی سے؟'' زینت کے لہجے میں تجسس سا آ گیا۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے آپا۔'' اس نے ان کا مطلب بھانپ کر کہا۔

''نہیں اگر کوئی بہتری ہے تو شرمین مجھے خود غرض نہ سمجھو۔'' انہوں نے خوش دلی سے کہا تو وہ بہت نرمی سے بولی۔

''بہتری کا فیصلہ تو ہو چکا وہ بذات خود ایک شفیق بزرگ ہیں اور ان کا کسی خرابی میں حصہ نہیں ہے' اس لیے ان سے ملنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔''

''عارض آ گیا؟''

''پتا نہیں۔''

''مگر......؟''

''مگر کی اب کوئی گنجائش نہیں ہے آپا۔''

''ٹھیک ہے پھر بھی کوئی مناسب بات کریں تو تحمل سے سننا۔'' دوسرے لفظوں میں زینت آپا نے اس کے لیے محبت کا دروازہ کھولا تھا۔

''کون سی مناسب بات۔ باتوں کا وقت گزر گیا ہے یہ سامان دیکھا آپ نے یہ بوبی کی اوٹ پٹانگ فرمائش اور خواہش ہے بھولی سے مشاورت کر کے خریدنا ایسا لگتا تھا کہ بھولی کی پسند حلول کر گئی ہے اس میں۔'' شرمین نے سلیقے سے موضوع ہی بدل ڈالا۔ زینت آپا بوبی کے تصور سے مسکرادی۔

''یہ ریڈ، ہاٹ ریڈ ڈریس میں ہرگز نہیں پہن سکتی۔''

''شرمین پلیز اس کی خوشی کی خاطر......''

''اچھا دیکھوں گی۔'' وہ نیم راضا مند ہو گئی۔

❁......✿✿......❁

آغا جی بڑی بے چینی کے ساتھ اس کا انتظار کر رہے تھے وہ پہنچی تو انہوں نے گرم جوشی کا اظہار کیا دست شفقت اس کے سر پر رکھا اور اپنے کمرے میں ہی بٹھایا۔ وہ ان کے لیے سرخ گلاب کا گلدستہ بنوا کر لائی تھی۔ انہوں نے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھے واز میں پھول سجائے اور پھر آنکھوں میں آئی نمی کی لکیر انگلی کی پور سے صاف کرتے ہوئے بولے۔

’’میرے لیے اس ویران چمن میں آپ کی حیثیت ایسے پھولوں جیسی ہے۔‘‘
’’یہ آپ کی محبت ہے بابا۔‘‘
’’شرمین بیٹا‘ مجھے ایسا لگتا تھا کہ آپ شاید نہ آؤ۔‘‘ انہوں نے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔
’’آپ کے بلانے پر نہ آنے کی وجہ کوئی نہیں تھی۔‘‘
’’شرمین عارض آرہا ہے صرف دو دن کے بعد۔‘‘ انہوں نے کچھ ہنستے، کچھ روتے اپنی خوشی سے گویا اسے آگاہ کیا مگر اس پر قطعاً اثر نہیں ہوا نہ وہ چونکی نہ متعجب ہوئی اور نہ متجسس ہوئی۔
’’آپ کے لیے اچھی بات ہے بابا۔‘‘
’’اور آپ کے لیے۔‘‘
’’میرے لیے کچھ نہیں۔‘‘
’’بیٹا عارض نے ابھی تک وجہ نہیں بتائی لیکن وہ آئے گا تو سب غلط فہمی دور ہوجائے گی۔‘‘
’’بابا میں نے تو کبھی نہیں کہا کہ کوئی غلط فہمی ہے۔‘‘ ملازم جوس لے آیا تو اس نے خود ایک گلاس آغا جی کو تھمایا اور ایک خود لے کر ہلکے ہلکے سے سپ لینے لگی۔
’’میں عارض کی طرف سے شرمسار ہوں لیکن اب وہ آرہا ہے تو......!‘‘
’’بابا! اب مجھے فرق نہیں پڑتا۔‘‘ وہ بڑی دھیمی آواز میں کہہ گئی۔
’’رشتے آسانی سے نہیں ٹوٹتے، بدگمانی، غلط فہمی کے باعث کملا جاتے ہیں لیکن انہیں پانی دے کر نئے سرے سے پروان چڑھایا جاسکتا ہے میں کل سے صدمے سے دوچار ہوں۔ مجھے یقین نہیں آرہا کہ آپ بوبی کے ساتھ شادی کرو گی۔‘‘ وہ گہرے دکھ اور کرب سے دوچار ہوکر بولے۔
’’بابا‘ بوبی کے ساتھ شادی کا فیصلہ ہوچکا ہے اور رہ گئی بات رشتے کی تو وہ عارض نے بنایا تھا محبت کا، جنوں کا پھر اسی نے اس معتبر رشتے کے لباس کو اپنے فیصلے کی گرم استری سے جلا ڈالا۔ سب شکنیں دور کردیں محبت کی کوئی سلوٹ رہنے نہیں دی۔‘‘ جوس کا خالی گلاس تپائی پر رکھتے ہوئے وہ قطرہ قطرہ چھلکی۔
’’جانتا ہوں‘ مگر بیٹا تم دونوں نے ایک دوسرے سے محبت کی۔‘‘
’’نہیں، میں نے کبھی محبت کو مقام دیا تھا مگر وہ لڑکپن کی عمر تھی عارض کے تو الفاظ پر غور ہی کررہی تھی کہ اس نے چار لفظوں کا مسیج کردیا۔‘‘
’’وہ آرہا ہے اس کے ساتھ۔‘‘
’’پلیز بابا‘ میں یہاں آپ کے پاس صرف آپ کے لیے آئی ہوں۔‘‘ اس نے ٹوکا۔
ملازم نے کھانے کے تیاری کی اطلاع دی تو انہوں نے اسے کھانا لگانے کی اجازت دے دی۔
’’بابا! آپ سے تو میں ملتی رہوں گی بلکہ آپ نے جمعہ کی شام ضرور آنا ہے۔ میں کارڈ لانا بھول گئی۔‘‘
’’نہیں بیٹا کارڈ کی ضرورت نہیں، میں آنہیں سکوں گا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اپنے چراغ سے کسی اور کے گھر میں اجالا کرنا۔‘‘ وہ افسردگی سے بولے۔
’’بابا یہ چراغ بجھ چکا تھا‘ اسے بڑی مشکل سے دوبارہ جلایا ہے۔‘‘ اس نے ان کے چہرے پر پھیلے زرد سائے دیکھ کر کہا۔
’’جانتا ہوں‘ بہت بے وقوفی کر بیٹھا۔‘‘

اپنا بھی گھر ہوتا

ایک فقیر نے دوسرے فقیر سے پوچھا ’’کیا بات ہے اتنے اداس اور پریشان کیوں نظر آرہے ہو؟‘‘
’’مجھے راستے میں اخبار کا ایک ٹکڑا ملا ہے‘ اس پر گھر میں ٹماٹو کیچپ تیار کرنے کی ترکیب لکھی ہوئی ہے۔‘‘ دوسرے فقیر نے بتایا۔
’’تو اس میں پریشانی اور اداسی کی کیا بات ہے؟‘‘
’’بس یونہی ذرا خیال آگیا تھا کہ اگر اپنا بھی گھر ہوتا تو کم از کم ٹماٹو کیچپ تو بنا لیتے۔‘‘

میمونہ ناز......وزیر آباد

’’بابا اب وقت گزر گیا نہ مجھے شکوہ ہے نہ شکایت۔‘‘
’’تو یہ منگنی۔‘‘
’’جی میری مرضی سے ہورہی ہے۔‘‘
’’اوکے..... اللہ آپ کو خوش رکھے آؤ کھانا کھاتے ہیں۔‘‘ آغا جی نے کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

❀......✿✿......❀

میری آنکھوں کے رستے سے میرے دل میں نہیں اترا
گزر گاہوں میں پانی تھا‘ وہ بزدل ڈر گیا ہوگا

دل مضبوط کو لاکھ روکنے کے باوجود وہ روک نہ سکی۔ آنکھیں بھیگ گئیں بابا سے مل کر عارض کی یاد نے ضبط کی دیواروں میں جیسے زلزلہ پیدا کردیا وہ بڑی مدت کے بعد پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی۔
’’بابا، کاش، وقت پر کسی کا اختیار ہوتا مجھے صدمہ ہے کہ میں آپ کے دکھ اور اضطراب کی کیفیت کو بڑھا آئی..... آپ کی ہر لمحے کی اذیت آپ کے چہرے سے عیاں تھی مگر میرے پاس کچھ نہیں بچا تھا عارض نے تو سب کچھ تہہ و بالا کردیا اس کے آنے اور جانے سے بھی اب کوئی تبدیلی نہیں آسکتی۔ محبت کے احساس نے دوبار سولی پر چڑھایا ہے میری توہین کی ہے اب میں اپنے پندار کی مزید ٹھیس برداشت نہیں کرسکتی تھی بوبی کے ساتھ اب چلنا ہے اس کے سوا کوئی خواب اب میری آنکھوں میں نہیں آسکتا۔‘‘ اس نے بابا سے گویا بات کی دل کا بوجھ ذرا سا کم ہوا تو بھولی کمرے میں آگئی، اس کی آنکھیں رونے کی وجہ سے سرخ تھیں۔
’’شرمین باجی۔‘‘
’’ہنہ......‘‘
’’بڑی بیگم صاحبہ کہہ رہی ہیں کہ آپ بوبی کو سمجھائیں انہوں نے غصے میں کھانا نہیں کھایا۔‘‘
’’کس بات کا غصہ؟‘‘
’’جب آپ گئی تھیں وہ بہت ناراض ہوئے، گلاس بھی توڑ دیا تھا۔‘‘ بھولی نے بتایا۔
’’کیا......؟‘‘ اسے حیرت ہوئی۔
’’ہاں۔‘‘
’’تو میں کیا کروں؟‘‘ اسے غصہ آگیا۔
’’پھر کیا کہوں؟‘‘

"کچھ نہیں، صبح بات کروں گی، اس وقت میرے سر میں بہت درد ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" بھولی نے کہا اور باہر چلی گئی۔ وہ دوپٹا تکیے کے دائیں طرف رکھ کر سیدھی ہو کر لیٹ گئی۔ چند لمحے گزرے تھے کہ دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور ساتھ ہی دروازہ کھول کر وہ اندر آ گیا۔

"بوبی، تم اس وقت......؟" شب خوابی کے لباس میں اس کا موڈ شدید خراب تھا۔

"شرمین تم ان سے ملنے کیوں گئی تھیں؟"

"یہ کیسا سوال ہے؟"

"کون ہیں وہ۔"

"عارض کے والد۔"

"عارض......"

"ہاں وہی عارض جس کی انگوٹھی میرے ہاتھ میں تھی۔"

"مطلب......وہ عارض۔"

"ہاں لیکن اس سے اب میرا کوئی رابطہ نہیں۔"

"اور اس کے والد صاحب ہے؟" اس نے طنزاً کہا۔

"وہ بزرگ ہیں ان سے کیوں تعلق نہ رکھوں۔"

"اب نہ رکھو۔" اس کے لہجے میں تحکم تھا۔

"کیا......؟"

"ان سے ملاقات کی خاطر تم نے میری خوشی برباد کر دی۔"

"کیسی خوشی۔"

"ہم نے شاپنگ کے لیے جانا تھا باہر کھانا کھانا تھا۔"

"کیا اب یہ موقع پھر نہیں آئے گا' مجھے تمہارے چھوٹے ہونے کا اسی وجہ سے افسوس ہوتا ہے۔" وہ بولی۔

"میں تم سے جتنی محبت کرتا ہوں' اس میں تمہارے سوا کچھ نہیں۔"

"پلیز بوبی، جاؤ میں اس وقت یہ بے کار باتیں نہیں سن سکتی۔"

"اب میری باتیں بے کار ہیں' رو رو کے اس کی جدائی میں آنکھیں لال کرنے کا اتنا شوق ہے تو کھل کر روؤ کھو کر تمہارا پرانا عاشق آ گیا ہے۔ مجھ سے چھیننے کے لیے جس سے مل کر تمہیں قرار نہیں آیا۔" بوبی کی میٹھی زبان پر گو کریلوں کی فصل تیار تھی۔ وہ سرتاپیر سلگ اٹھی۔ اس کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ بوبی کی ذہنیت اتنی پست بھی ہو سکتی ہے۔ وہ حیران سی اٹھ کھڑی ہوئی اور فقط اتنا ہی بولی۔

"بوبی اس سے پہلے کہ میں اجنبی بن جاؤں اپنا احساس تک لے کر ہمیشہ کے لیے میرے کمرے سے نکل جاؤ۔"

"میں نے کیا غلط کہا ہے؟" اس نے مزید کہا۔

"آئی سے گیٹ آؤٹ۔" وہ چلائی' جب کہ وہ بھاری قدموں سے باہر نکل گیا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)